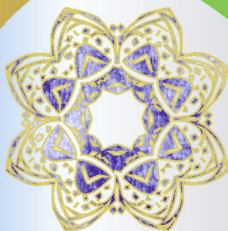


حیاتِ

سیّد عبدالمنعم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحبؒ (سابق ناظم تعلیمات جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن) کی حیات وخدمات پر مشتمل مضامین کا مجموعہ

سرپرست

مولانا عبدالسلام صاحب حجو دامت برکاتہم

امام وخطیب مسجد زکریا مانچسٹر یوکے

مرتب

مفتی داؤد حسین ہرنیکر

امام وخطیب مسجد عائشہ لیسٹر یوکے

مفتی فیاض احمد محمود برمارے

استاذ حدیث وفقہ جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور، کرناٹک

ناشر

مکتبۃ النظیر یوکے

حیات

سیّد عبد المنعم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید عبد المنعم نظیر صاحبؒ (سابق ناظم تعلیمات جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن) کی حیات وخدمات پر مشتمل مضامین کا مجموعہ

سرپرست

مولانا عبد السلام صاحب حجو دامت برکاتہم

امام وخطیب مسجد زکریا مانچسٹر یو کے

مرتب

مفتی داؤد حسین ہرنیکر

امام وخطیب مسجد عائشہ لیسٹر یو کے

مفتی فیاض احمد محمود برمارے

استاذ حدیث وفقہ جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور، کرناٹک

ناشر

مکتبۃ النظیر یو کے

فہرست مضامین

عرض ناشر

زیر نظر کتابچہ حضرت مولانا سید عبد المنعم نظیرؒ کی حیات وخدمات پر کچھ مضامین پر مشتمل ہے۔ یوں تو حضرتؒ کی خدمات کو لکھنے اور جمع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ آپ کی تصنیفات وتالیفات اور دیگر خدمات روز روشن کی طرح عیاں ہیں، مگر چند ساتھیوں کی طرف سے اس کا اصرار تھا تو بڑوں سے مشورہ کیا اور کام شروع کیا اور اس کا اعلان کیا گیا جس پر کافی احباب نے لبیک کہا اور اپنی تحریریں روانہ کی، مدارس کی چھٹیوں اور ملک کی افراتفری کے حالات کی وجہ سے کچھ بزرگوں تک نہ ہم پہنچ سکے اور نہ ہماری بات پہنچا سکے، اس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔

خصوصی طور پر ہم قاری وحافظ داؤد صاحب کودے مہتمم جامعہ فیض القرآن کالستہ سے معذرت خواہ ہیں کہ ان کا مفصل اور قیمتی مقالہ کو ان کی طبیعت کی ناسازگی کی بناء پر تاخیر کے سبب ہم اس کتابچہ میں شامل نہیں کر سکے، اگر ان کا مضمون شامل ہوتا تو یقیناً اس کتابچہ کی قدر وقیمت میں مزید اضافہ ہوتا۔ خیر جو مضامین اب تک موصول ہوئے ہیں ان کو بطور جلد اول شائع کر رہے ہیں آئندہ جلد ثانی کا بھی ارادہ ہے۔

اس موقع پر ہم سبھی مضمون نگاروں کے شکر گزار ہیں، اسی طرح ہمارے سرپرست حضرت مولانا عبد السلام حجو صاحب دامت برکاتھم کے بھی ہم ممنون ومشکور ہیں کہ وہ اس کتاب کی تیاری میں برابر ہماری نگرانی فرماتے رہے اور جب بھی کوئی مضمون نظر ثانی کے لئے ارسال کیا جاتا تو دس سے پندرہ منٹ میں اس پر نظر فرما کر غلطیوں کی نشاندہی فرماتے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر ہم رفیق محترم مفتی فیاض احمد برمارے صاحب اور مولانا ابراہیم صاحب جامعی کا ذکر خیر نہ کریں، مفتی صاحب اور مولانا کے تعاون کے بغیر اس کام کا پایۂ تکمیل تک پہنچنا مشکل تھا۔

خیر اللہ تعالی سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالی اس ادنی کوشش کو قبول فرمائے۔آمین

داؤد حسین ہرنیکر

مکتبہ النظیر یوکے

معلم "تعلیم الدین" کو منعم حقیقی کے دربار سے بلاوا

از: حضرت مولانا نثار دروگے صاحب مدظلہ العالی
سابق استاذِ حدیث از ہر کوکن جامعہ حسینیہ شریوردھن

منعم کی عطا کردہ نعمتیں مخلوق میں تقسیم کرنے کے بعد اپنی صابرانہ محتسبانہ مخلصانہ شان کے ساتھ بے لوث خدمت دین کا صلہ اور انعام لینے اپنے مالک کے دربار میں حاضر ہوا۔ایک گدائے بے نوا جسے دنیا مولانا سید عبد المنعم کے نام سے جانتی ہے علم وعرفان رشد وھدایت کا مہتاب عالمتاب، خداداد علمی اخلاقی نعمتوں کی ضیاء پاشی کا اختتام کرکے اپنے منعم حقیقی سے جاملا۔

مولانا سید عبد المنعم صاحب کے وفات کی خبر سے ایک عالم حزیں وغمگیں ہے اور کیوں نہ ہو کہ موت العالم موت العالم ہے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون نور الله مرقده وارفع درجته في أعلى جنان الخلد وألهم أهله وذويه الصبر والسلوان۔

مولانا مرحوم ایک شخص نہیں بلکہ ایک زرین عہد، ایک بے مثال تاریخ کا لازوال باب ہے جو موقع بموقع سبق اور عبرت کے لئے دہرایا جائے گا۔ ؎

یاد آئیں گے زمانہ کو مثالوں کے لئے

تصور کیجئے ایک ہمہ گیر شخصیت، علم وعمل کا جبل راسخ، تحمل وبرد باری کا کوہ گراں، خودی وخودداری کا عجوبہ روزگار، تواضع اور سادگی کا بے مثال پیکر، خلوص وللّٰہیت کا نادر ونایاب گوہر، رشد وہدایت کا مخلص رہبر، ادب وانشاء میں اعلی شان قلمی نگارشات میں بلند مقام رکھنے والی ہستی مولانا مرحوم کے بارے میں کم سے کم جو کہا جاسکتا ہے وہ یہ کہ "کسی بھی ملت کو ایسے عبقری افراد روز روز نہیں ملا کرتے"۔

دینی تعلیم اور احیاء اسلام کے باب میں ان کی خدمات سرمایہ افتخار ہیں، ان کا ’’تعلیم الدین‘‘ رسالہ برسہابرس سے کوکن کے مکاتب و مدارس کی زینت بنا ہے اور صدقہ جاریہ کی شکل میں تمام طلبہ وطالبات اور اساتذہ اس سے خوب مستفیض ہورہے ہیں۔

مولانا گلشن حق کے وہ لالہ وسنبل ہیں جن کی خوشبو ہمیشہ طالبان حق کے دل ودماغ کو معطر کرتی رہے گی۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن　　　گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

مولانا کی سیدھی سادی متقیانہ زندگی ’’نہ واہ واہی کی آرزو، نہ کسی سے صلہ کی تمنا، نہ انعام واکرام کی خواہش، نہ نام ونمود کا گذر، نہ خدم وخدمت کی طلب، اپنی خودی وخودداری کے ساتھ قناعت پسندانہ، کم امید، کم آرزو حدیث کا مصداق ’’کن في الدنيا كأنك غريب أو عابر سبيل‘‘ دنیا میں مسافر یا راہ گذر کی طرح رہو والی زندگی گذار کر اپنے پیچھے والے علماء وصلحاء کے لئے لمحہ فکر چھوڑ گئے۔

خدا رحمت نازل کند ایں عاشقانہ پاک طینت را

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر وغنا نہ کر　　　کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

کوکن کی علمی دنیا کا وہ بے تاج بادشاہ تھا اور اولیاء کرام کی صف میں بڑا ولی۔

رب کریم سے دعا ہے کہ وہ جنت الفردوس میں جگہ نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

فقیہِ عصر مجددِ ملت فضیلۃ الشیخ سید عبدالمنعم نظیر صاحب

سابق ناظمِ تعلیمات جامعہ حسینیہ شریوردھن وامام ہیڈن مسجد لندن

بقلم : مولانا عبدالسلام حجو صاحب

سابق استاذِ حدیث از ہرکوکن جامعہ حسینیہ شریوردھن

حامداومصلیا!

حضرات محترم! حضرت مولانا عبدالمنعم نظیر صاحب کا تعلق علاقہ کوکن کے سادات گھرانے سے ہیں۔اس لئے کوکن اور کوکن میں سادات کی آمد پر پہلے نظر ہو تو شخصیت زیادہ واضح ہوگی۔مگر اس سے پہلے ایک شعر پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جس کو مولوی داؤد ہرنیکر نے برمنگھم میں ۲۰ مئی ۲۰۱۲ کے اہم اجلاس کے موقع پر ذکر کیا تھا۔

ٹوٹ کر بکھرے ہوئے موتی پیرونا چاہیئے
جن کا رب ہے ایک انکو ایک ہونا چاہیئے
قوم و ملت کی بقاء کے واسطے
اس دور میں بچہ بچہ سید عبدالمنعم ہونا چاہیئے

علاقہ کوکن:

اس میں شک نہیں کہ علاقہ کوکن خالقِ کائنات کا ایک حسین تحفہ ہے،قدرت کا ایک جمال آفرین خطہ ہے جس نے اس علاقے کو دیکھا ہوگا،اسکو قرآنِ کریم کی آیات ''والفلک تجری فی البحر''اور''ومن اٰیتہ الجوارِ فی البحر کالاعلام'' کی تفسیر سمجھنا بالکل آسان اوراقرب الی الفہم ہوگا،اسلئے کہ یہاں کے آبشاروں کا ترنم اور بادبانی کشتیوں کا سماں ناظر کو نہ صرف

مدہوش ومسرور کرتا ہے، بلکہ اس کے پیچھے کونسی طاقت کارفرما ہے اسکے سوچنے پر بھی مجبور کرتی ہے اور جس طرح ''افلاینظرون الی الابل کیف خُلقت'' کی تشریح اسے بخوبی سمجھ میں آئیگی جس نے اونٹ دیکھا ہوگا بالکل اسی طرح ''والی الجبالِ کیف سطحت'' کی تشریح اسے بخوبی سمجھ میں آئیگی جس نے کوکن کی سیر کی ہوگی۔

اسی طرح یہاں کے خوبصورت راستوں سے گزروتو پھولوں کا تبسم کلیوں کی بالیدگی اور مرمریں نہروں کی نقرئی روانیاں قلب وذہن کوفرطِ مسرت سے شادماں رکھتی ہیں، یہاں کی سرسبز وشاداب وادیاں اور حدِ نظر تک لہلہاتی ہری بھری کھیتیاں دیکھنے والوں کوخوشی سے جھومنے پر مجبور کرتی ہیں، تو وہیں ''کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ'' کی منظرکشی سامنے آنے لگتی ہے۔

یہاں کے انواع واقسام کے پھل آم، کاجو، اور جامن کے اشجار کے رسیلے پھلوں سے لدی ڈالیاں ہوا کے دوش پر جب جھوم اٹھتی ہیں تو فضاء پرکیف ومعطر ہی نہیں ہوتی بلکہ اللہ کے شکرگذاری کے لئے مؤمنین کے سر جھک جاتے ہیں اور ''وظل ممدود وفاکھۃ کثیرۃ'' اور اس جیسی آیات اور جنت نما مناظر ذہن دماغ میں گھومنے لگتے ہیں۔

اس سے بھی پُرکشش اور پرنور یہاں کے سنہرے چمکتے سمندروں کے کنارے جومکہ مکرمہ کے قریبی شہر جدہ کے ساحل سے کوکن کے ساحلوں تک پھیلے ہوئے ہیں بحرِ عرب کی موجیں جوحرمین شریفین کے ساکنین کواہلِ کوکن کا سلام پہنچاتے ہوئے محسوس ہوتی ہیں۔

اس سے بھی اور آگے بڑھیں تو آپکو معلوم ہوگا کہ ہندوستان میں اسلام آنے کا سب سے پہلا دروازہ ۱۵ھ میں امیرُ المؤمنین حضرت عمرؓ کے دور میں کوکن میں کھلا ہے، کیونکہ ہندوستان میں سب سے پہلے صحابہ کرامؓ کا سفینہ کوکن کے ضلع تھانہ کے نالاسوپرہ گاؤں کے

ساحل پر لگا، اسکے بعد یہ قافلہ دابھول کی طرف چلا اور دابھول میں ایک صحابیؓ کا مقبرہ آج بھی موجود ہے، اسی طرح کوکن کے اور علاقوں میں صحابہ یا تابعین کے مزارات کے شواہد ہیں، اس کے بعد صحابہ کرامؓ کا یہ سفینہ گوا کے ساحل سے ہوتے ہوئے کیرالا پہونچا، اسلام کی تعلیم و تبلیغ وہاں شروع کی اور ہندوستان کی سب سے پہلی مسجد کیرالا میں تعمیر ہوئی تھی جو صحابہ کرامؓ نے تعمیر کی تھی۔ اور یہ وہی قافلہ تھا جو کوکن ہوتے ہوئے گیا تھا، الغرض کوکن کی طرف صحابہ کرام کی نظر کرم کا ہونا اس سے انکار تاریخ پر عدمِ اعتماد سے کم نہیں۔

اسی طرح حضرت مولانا عبدالمنعم نظیر صاحب کی شخصیت سیدزادگانِ میندری سے ہے، آپکا خاندان یعنی نظیر خاندان کے ایک بزرگ جو علم و عمل کے پہاڑ، ورع و تقوی کے شعار، رشد و ہدایت کے مینار تھے جو یقینا قطب عالم سے کم نہ ہوں گے، یعنی سید حبیب سید علی نظیر رحمۃ اللہ علیہ۔

یمن کی ایک بستی حضرموت سے اشاعتِ دین متین کے خاطر چلتے ہوئے ہندوستان کے شہر بیجاپور میں فروکش ہوئے۔ پھر کوکن کی شادابی و زرخیزی اور دین طلبی کو دیکھتے ہوئے جنجیرہ مروڈ کے والی (نواب) سدی یاقوت خان، کے دورِ حکومت میں ۱۶۲۰ء میں حبشان تشریف لائے اور یہیں سکونت پذیر ہوئے۔ اور ۱۶۳۹ء میں یہیں وفات پائی۔ تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ سدی سردار کو آپ سے والہانہ عقیدت تھی اور آپ سے بیعت بھی ہوئے تھے، اسی لئے آپ کو بیجاپور سے اپنے ساتھ حبشان لے آئے اور آپکے تقوی و دیانت عفت و پاکدامنی دعاؤں میں الحاح وزاری کو دیکھتے ہوئے موصوف کو بارہ گاؤں کی جاگیر عنایت کی جس میں ایک میندری بھی شامل تھا۔

ان کا خاندان ۱۶۲۰ء سے اب تک تقریبا ۴۰۰ چارسو سال یہیں پر آباد ہے (جن کا پورہ شجرہ حضرت فاطمہؓ سے اب تک کا محفوظ ہے) اور اسی مردم خیز سرزمین اور خاندانِ سادات کے ایک چشم چراغ کو آج دنیا سید عبدالمنعم نظیر ادام اللہ فیوضہم کے نام سے جانتی ہے، جو خود بھی

تقوی وطہارت کے امام اور درجنوں کتابوں کے مصنف ہیں۔

ہادیٔ کوکن:

''**لکل قوم ھاد**'' ہر قوم میں اللہ نے ہادی بھیجا، اس ہدایت کے سلسلہ میں جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے ختم الرسل بنا کر بھیجا، مگر اس کے بعد اللہ تعالی نے یہ کام وارثینِ انبیاء علماءِ امت سے ہر دور میں مختلف ملکوں قوموں اور زبانوں میں انجام دیا اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہیگا۔ جہاں اللہ نے سر زمین ہند میں علماء دیو بند، وعلماء ربانیین کے ذریعہ رشد وہدایت کا زبردست کام لیا، وہیں سرزمینِ کوکن میں اللہ نے موصوف محترم سے توحید وسنت کا احیاء، شرک و بدعت، سلفیت وبغاوت کا رد جیسے اہم خدمات لئے ہیں۔

موصوف محترم کو اللہ نے بہت اعلیٰ صفات کا حامل بنایا ہے، علم میں پختگی اور کردار واخلاق کی بلندی کے ساتھ رب کریم نے بہترین خطابت اور ادب وصحافت کا بھی جوہر ودیعت فرمایا ہے، مطالعہ کا شوق اور حافظہ کی قوت کے سبب اکابر علماء کے اقوال تفسیر وحدیث کے بہترین نکات علامہ اقبالؒ کے اشعار نوکِ زبان رہتے ہیں، مولانا کے مضامین علماء وعوام کے لئے بہت ہی مفید اور اثر انگیز ہوتے تھے اور سینکڑوں انسانوں کو راہِ حق کی طرف گامزن رہنے کا سبب بھی۔

محققین کا کہنا ہے کہ خطابت مرتب مضمون، مربوط بیان، نادر اسلوب، الفاظ کا برمحل استعمال سامعین کی طلب کی گہرائیوں میں اترنے اور اپنے مخاطبین کو پہچاننے کا نام ہے، یعنی گفتگو ماحول کے مطابق ہو، بحیثیت مقرر جب آپ کسی جلسہ میں جاتے ان ساری چیزوں کا خیال کر کے پورے اثر ورسوخ کے ساتھ اس انداز سے بولتے کہ اسلام کے نام پر ہونے والے غیر اسلامی رسومات اور بدعات کی بیخ کنی کرتے اور بڑی بے باکی اور جرأت مندی سے اس کی نشاندہی کرتے اور اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے قرآن وحدیث سے رہنمائی فرماتے،

گمراہ کن افکار وخیالات میں کسی مصلحت اور مروت سے کام نہیں لیتے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

اسی طرح مولانا موصوف کی کتابوں کا ایک ایک عنوان دل کو دستک دے رہا ہے، حالات کی صحیح تشخیص اور اسکا علاج ومرہم بھی تجویز کیا جار ہا ہے، اللہ نے آپکو مسلمانان عالم کے حالات جانچنے کے لئے جو خوردبین نظر عطاء فرمائی تھی اور پھر اس کی اصلاح کے لئے جو دردمند دل عطاء فرمایا تھا وہ اللہ کا خصوصی انعام تھا، ایک موقع پر استاذِ محترم نے احقر کو ایک مضمون دیا جس کا عنوان تھا، سلفیت اور تقلیدِ ائمہ، جو بہت ہی مفصل اور مدلل جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپکو وکیلُ الشافعی، کے بجائے وکیلُ الائمہ سے موسوم کرنا بجا ہوگا۔ اللہ ہم سب کو اس کی قدر کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور آپکے فیض کو امت اسلامیہ پر تادیر جاری رکھے۔

مولانا بہت سادہ اور بے تکلف زندگی گزارتے تھے۔ ہر قسم کی ظاہرداری سے گریز کرتے تھے، بے جا تکلفات ونخرے کی عادت بالکل نہیں، سادگی قناعت، زہدوتقوی، ایثار و ہمدرردی کے پیکر تھے، انتہائی خلیق وملنسار، ہمدردوغمگسار، مونس وغمخوار، غرباء پروری طبیعتِ ثانیہ ہونے کی وجہ سے یوکے میں کوکن فاؤنڈیشن کا قیام کیا تھا۔

تواضع وعبدیت اتنا قیمتی وصف ہے کہ کتاب وسنت میں جابجا اس کی ترغیب دی گئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند اوصاف میں اسی وصف کا شمار کرایا گیا ہے۔ یہ قیمتی وصف بھی موصوف میں خوب پایا جاتا تھا۔

فخر وتکبر، وریا ونمود کا آپ کے اندر شائبہ بھی نہیں پایا جاتا تھا، اسی تواضع وعبدیت کا اثر تھا کہ آپ اپنے سارے کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے، طلبہ سے خدمت لینے کی عادت نہیں تھی۔

موصوف کا طبعی مزاج وہی تھا جو حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے حالات میں ملتا ہے، ایک مرتبہ چراغ درست کرنے کی ضرورت پیش آئی کافی لوگ وہاں موجود تھے کسی سے نہیں کہا۔ بلکہ خود اٹھے اور اس کو درست کر دیا حاضرین شرمندہ ہوئے اور عرض کیا کہ ہم خدمت کے لئے حاضر تھے۔عمر بن عبد العزیز نے فرمایا اس میں میرا ضرر کیا ہوا ؟ میں چراغ درست کرنے کے لئے اٹھا اس وقت بھی عمر بن عبد العزیز تھا اور اب بھی وہی ہوں ،بس یہی حال مولانا کا بھی تھا ، مخدومیت و مشیخت کی شان بالکل نہیں اپنے کو لوگوں سے معمولی سمجھتے تھے۔

لباس و پوشاک میں کسی قسم کا تصنع و تکلف بھی پسند نہیں کرتے جبہ اور قبہ سے دور کی بھی دوستی نہیں بالکل سادہ معمولی اور باشرع سنت کے مطابق کپڑے زیب تن فرماتے تھے، مشائخ اور بزرگانِ دین سے قلبی لگاؤ عقیدت اور اصلاحی تعلق تو رکھتے ہیں مگر اسمیں غلو کو بالکل ناپسند فرماتے ہیں ،حضرت کی ذاتِ گرامی خاموش اور انکسار و عجز کا مجسمہ ہے اور اس شعر کی پوری مصداق ہیں۔

کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

حق پرستی آپکا شیوہ ہے وہ کسی کی رعایت کے بغیر اظہارِ حق فرما دیتے ہیں۔ ایسی حق پرستی اور اعتدال و توازن دوسری جگہ نظر نہیں آتا۔

مولانا میرے استاذ بھی تھے اور محسن بھی، طالب علمی کے زمانے میں میری غیر معمولی رہنمائی اور سرپرستی فرمائی بلکہ عظیم احسانات فرمائے جن کا بہتر اجر اللہ تعالی ہی دے سکتے ہیں، انکی بعض بتائی ہوئی باتیں اور زندگی کے حقائق و اصول آج بھی میرے لئے مشعل راہ بنے ہیں اور یہ بھی اللہ ہی کا احسان کہ اس نے جامعہ بھی آپکی معیت اور یہاں یوکے میں بھی آپکی معیت عطاء فرمائی تھی۔ بقولِ شاعر

قربت میں تری ہم نے جو لطف اٹھائے ہیں
ابتک انھیں یادوں کو سینے سے لگائے ہیں
پاکیزہ تبسم کے موتی جو لٹائے ہیں
ہم نے وہ عقیدت سے دامن میں اٹھائے ہیں

مولانا محترم از ہر کوکن میں استاذِ فقہ تھے ،مگر قرآن وحدیث کے علوم ومعارف اور عقائد باطلہ وفرقہ ضالہ پر وسیع نظر رکھتے تھے وحدانیت اور تقلید کے موضوع پر خاص دسترس حاصل تھی ،جس میں آج ان کا کوئی ثانی نہیں ۔جہاں تک آپکے قلم و بیان کی بات تو اسکی تعریف اشعار میں ہی ہوتو بہتر بقولِ شاعر :

صفحہ کاغذ پہ جب موتی لٹاتا ہے قلم
برق بن کر ٹوٹتا ہے خرمنِ اغیار پر
ندرتِ افکار کے جوہر دکھاتا ہے قلم
دوستوں کے نام کا ڈنکا بجاتا ہے قلم
آنِ واحد میں حریفوں کو جھکاتا ہے قلم
آسمانوں کو زمینوں سے ملاتا ہے قلم

تصنیفی خدمات:

اللہ تعالی نے مولانا کو تصنیفی شوق ہی عطا نہیں فرمایا بل کہ لکھنے کا نرالا انداز اور اپنی بات کو قلم کے ذریعہ مخاطب کے دل میں اتارنے کا بہترین ملکہ عطا فرمایا تھا، یہی وجہ ہے کہ مولانا نے اپنی زندگی میں متعدد کتابیں تالیف فرمائی، جو پورے کوکن ہی میں نہیں بل کہ ملک کے باہر جہاں پر بھی کوکنی حضرات مقیم ہیں مشہور ہوئی اور امید سے زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی ،مولانا

کی تصنیفات بہت ساری ہیں جن میں سب سے پہلی اور سب سے زیادہ مقبول کتاب ''تعلیم الدین'' ہے، یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے،مولانا نے اس کتاب کے پہلے حصہ میں سوال جواب کے انداز میں عقائد بعث بعد الموت کے متعلق اموراور نماز کی دعاؤں کو مکاتب کے طلبہ کو سامنے رکھتے ہوئے۔اسی طرح مبتدی طلبہ کی ذہنی استعداد وقوت کا لحاظ رکھتے ہوئے مفید اور سہل سے سہل تر بنانے کی پوری کوشش کی ہے۔

دوسرے حصے میں بھی مبتدی طلبہ کی ذہنی استعداد کا خیال رکھتے ہوئے تسہیل وتقریب کی رعایت کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔ابتدا میں عقائد ہے پھر طہارت ،نماز روزہ،حج وزکوۃ،نکاح وطلاق،تجارت وزراعت،وکالت وعدالت،کواتنے واضح اور مختصرانداز میں پیش کیا ہے کہ واقعی کوزے میں دریا کوسمودیا۔

تیسرے حصہ جوشروع کیا تو پہلے نصابِ تعلیم پر دلچسپ تبصرہ کیا پھر اساتذہ کو بچوں کی نفسیات ٹٹولنے کا گائیڈنس پیش کیا۔پھر طرزِ فقہاء پر طہارت،عبادات،نمازِ جمعہ وعیدین،تراویح وامامت،کتاب الجنائز،کسوف وخسوف وغیرہ کے ابواب اسکولی طلبہ کو سامنے رکھ کر پیش کیا ہے۔ اور ہر سبق کے آخر میں سوالات قائم کئے ہیں تا کہ سبق کے حفظ میں آسانی ہوسکے۔فقیہِ محترم نے اپنی کتاب کو طہارت سے شروع کیا اور عقیقہ پر ختم کیا اسمیں اشارہ اس طرف ہے کہ اس کتاب میں انسان کی بلوغت سے لیکر اُس کے یہاں بچہ کی پیدائش تک کے سارے مسائل مذکور ہے۔اس لئے ہر بالغ کو یہ کتاب پڑھنی اوراپنے بچوں کو پڑھانی ضرور ہے۔اسکا نام ہی آپ نے اتنا جامع رکھا ہیں کہ اس سے اسکی جامعیت اور فقیہ موصوف کی بلاغت اور بالغ نظری متشرح ہورہی ہے جہاں تک تعلیم الدین کی اہمیت وافادیت کا مسئلہ ہے تو یہ لکھنا ہی کافی ہوگا کہ یہ کتاب تقریبا ۴۰ چالیس سال سے زائد خطہ کوکن ہی میں نہیں بلکہ یورپ کے مدارس ومکاتیب میں

داخلِ نصاب ہے۔متعدد زبانوں (انگریزی اور ہندی) میں اس کا ترجمہ ہوا ہے۔خطہ کوکن میں جو دین کی رمق اور مسائل کی بیداری اب نظر آرہی ہے اس کا سہرا ابھی تعلیم الدین کے سرہی جائے گا۔اور اسوقت ہمارے مدارس کے اکثر اساتذہ وہ ہونگے جو تعلیم الدین کو پڑھ کر ہی پھلے پھولے اور آج مدارس میں پڑھانے کے قابل بنے ہیں۔یہ صاحب کتاب کے خلوص وللٰہیت کی بین دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

جہاں تک صاحب کتاب کے فقہی نظر کی بات تو جب کسی مسئلہ پر بحث شروع کرتے تھے تو اسکے کلیات و جزئیات کو ایسے واضح کرتے کہ بزاخفش بھی اگر کوئی ہو تب بھی مسئلہ اسکی سمجھ میں آہی جاتا تھا۔

لندن میں اقامت کے دوران ہیندن کی مسجد کے آفس میں روزانہ سیکڑوں لوگ فون کر کے مسائل پوچھتے تھے، مسئلہ کوئی بھی ہو عبادت، معاملات، مناکحات، مگر حضرت یوں چٹکی میں جواب دے کر سائل کو مطمئن کر دیتے تھے۔

یوں تو گنیز بک آف والڈ کے ریکاڈ سے دنیا کی ایک سست رفتار کتاب کا پتہ چلتا ہے کہ لاطینی زبان میں اکسفورڈ یونیوسٹی سے شائع ہونے والی ایک کتاب ۱۵۰ سال میں ۵۰۰ نسخہ بھی ختم نہیں ہوئے تھے، مگر ''تعلیم الدین'' کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں فروخت ہورہی ہے۔

لوگ چن لیں جس کی تحریریں حوالوں کے لئے
زندگی کی وہ کتابِ معتبر ہو جایئے

ایک عالم بے نظیر
حضرت مولانا سید عبد المنعم صاحب نظیرؒ

بقلم: مفتی محمد شاکر خاں قاسمی

بانی وشیخ الحدیث مدرسہ بیت العلوم کونڈوا، پونہ

رضینا قسمة الجبار فینا لَنا عِلْمٌ وَلِلْجُهَّالِ مَالُ

فَإِنَّ الْمَالَ يَفْنَى عَنْ قَرِيْبٍ وإنّ العلم باقٍ لا يزالُ

(ہم علماء اللہ جبار کی تقسیم سے راضی ہیں کہ اس نے ہم کو علم دیا اور ان پڑھوں کو مال، اس لئے کہ مال جلد ہی فناء ہو جائے گا اور یقینا علم ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔)

جب اللہ تعالی کسی مؤمن بندے کو ایمان کی انمول نعمت دینے کے بعد مزید محبت کرتے ہیں تو اسے علم دین سے نوازتے ہیں تا کہ وہ اللہ کی صحیح بندگی کر سکے اور اس بندگی کی دعوت بھی دے۔

پگھلنا علم کی خاطر مثال شمع زیبا ہے
بغیر اس کے نہیں پہچان سکتے ہم خدا کیا ہے

اور علم انسان کو انسان بنا دیتا ہے، علم بے مایہ کو سلطان بنا دیتا ہے، علماء حق کی سلطنت دلوں پر ہوتی ہے، وہ امت کے دل و دماغ پر راج کرتے ہیں۔ ع

جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتحِ زمانہ

پھر علم دین کے بعد توفیقِ دین ملنا بھی ایک بڑی نعمت ہے جو چند خوش نصیب علماء کو ہی ملتی ہے اور باقی ''کمثل الحمار یحمل اسفارا'' کے مصداق بن کر رہ جاتے ہیں، ان کی بندگی بھی بے لذت اور ان کی زندگی بھی بے دعوت، ایسے محروم القسمت علماء کے تذکرے قرآن

وحدیث میں بھرے پڑے ہیں۔

خوش قسمت علماء کی فہرست میں ایک نمایاں شخصیت حضرت مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ہے، جنہیں اللہ تعالی نے خزاں رسیدہ خطہء کوکن میں اس وقت پیدا فرمایا جب دین اسلام پر چلنا بہت مشکل تھا اور اسلام پر عمل کرنا اجنبی ہو گیا تھا، سرزمین کوکن میں عملی محنت کرنے والے حضرت مولانا یونس صاحبؒ (پونا) اکثر وہاں کے احوال بیان کرتے تھے، مغرب کے بعد کا بیان ذرا لمبا ہوا تو مسجد میں ایک کوکنی بڑے میاں چلا کر بولے: ''ارے بند کرا تجا بیان اپچی اذان قضاء زھیلی''۔

ایک صاحب پانچ وقت مسجد میں جا کر نماز پڑھنے لگے تو ان کی خاتون مسجد کے دروازے پر آکر بڑے میاں کو گھر لے گئی یہ کہتے ہوئے کہ ''پہلے اچھا تھا جمعہ کو جمعہ کی نماز پڑھو۔ یہ کونسا اسلام لائے پانچ پانچ نمازوں والا''۔ اور فرماتے تھے کہ ایسٹی ایسٹینڈ اتر کر کسی مسجد کو جانا ایسا لگتا تھا جیسے پل صراط پر سے گذرنا، راستے میں لوگ طعنہ دیتے تھے، اے داڑھی والے! او ٹوپی والے! بعض تو پتھر بھی مارتے تھے ''ان الاسلام بدءغریبا وسیعود کما بدء'' کا منظر تھا۔ ایسے ماحول میں اللہ تعالی نے کوکن والوں پر رحم کیا اور چند جید علماء کرام پیدا کئے، انہیں میں سے ایک تھے حضرت مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحبؒ جن کی بندگی اور سادگی بھی بے نظیر تھی اور دعوت والی محنت بھی بے مثال۔ بمبئی میں امامت، انجمن اشاعت الاسلام کی بنیاد، سہ ماہی اصلاحی پرچہ ''سفر'' کا اجراء، جامعہ حسینیہ شریوردھن میں تدریسی و نظامت کی خدمات، بارہ سال اپنی ہی بستی میں امامت وخطابت، انگلینڈ میں دینی خدمات، درجن بھر سے زائد تصنیفات وتالیفات یہ انکی دعوت وتبلیغ اور فکر امت کی ادنیٰ سی جھلک ہے۔ اور انکی سادگی کے ثبوت کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے کام خود کرتے تھے، جی ہاں یہ انسانیت اور بندگی کا سب

سے اعلیٰ معیار ہے کہ وہ اپنے کام خود کرے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کام خود کرتے تھے، صحابہ رضی اللہ عنھم اجمعین گھوڑے سے اتر کر اپنا کوڑا خود اٹھاتے تھے، کسی پیدل چلنے والے سے اٹھا کر دینے کو نہیں کہتے تھے، ساری فضیلتیں خدمت کرنے کی آئی ہیں، مخدومیت کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔ خادم خالق اور مخلوق دونوں کو پسند ہے، مخدوم کسی کو پسند نہیں۔ حضرت مولانا سید نظیر صاحبؒ کے بے شمار شاگرد اور لامحدود متعلقین و معتقدین ہوں گے جنھوں نے مولانا مرحومؒ کی عملی زندگی اور سادگی سے تحریک لیکر اپنی زندگی کو سنوارا ہوگا اور یہ مبارک سلسلہ اب چلتا رہے گا، ان کے شاگردوں کی زندگی سے دوسروں کی زندگی سنورتی چلی جائے گی۔ آج فی زمننا یہ چیز بہت کم ہوگئی ہے، لہذا آج کے علماء کرام سے میری گذارش ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایٹو میٹک بنائیں، از خود کام کریں۔ دوسروں کی چابی سے نہ چلیں، دوسروں کے محتاج نہ بنے اور حضرت مولانا سید نظیر صاحبؒ کی فکروں سے تحریک لیکر امت میں دعوت کا کام کرے، امت میں بے وزن ہوکر گھسیں، ان کو سچا مسلمان بنائیں، ارتداد سے بچائیں، حتیٰ کہ نیت وسیع کرکے پوری انسانیت کو جہنم سے بچانے اور جنت کی طرف لانے کی نیت، دعاء اور محنت کریں تاکہ یہ سارا اجر وثواب حضرت مولانا سید نظیر صاحبؒ جیسے ہمارے پیش رو اکابر علماء کرام کو پہونچے اور ان کو راحت ہو۔ انھوں نے ہمارے لیے دعوتی راستے بنادیئے اب ہمیں ان پر چلتے رہنا ہے، ہم چلیں گے تو وہ ہمیں بزبانِ حال کہتے ہوئے ملیں گے۔

جہاں جہاں بھی ملے راہ میں لہو کے چراغ
مسافران محبت ہمیں دعا دینا
مانا کہ اس زمیں کو نہ گلزار کر سکے
کچھ خار کم تو کر گئے گزرے جہاں سے ہم

سنگلاخ وادی کے مرد مجاہد

ایک آدمی جو اکیڈمی کے کام کر گیا

وقارِ سادات حضرت مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحب رحمہ اللہ

قاضی محمد حسین ماہمکر فلاحی

۱۸ / رمضان المبارک ۱٤٤١ھ کی صبح کوکن کے افق پر اپنی پوری رمضانی برکت و رحمت کے باوجود اس لحاظ سے غم و رنج بکھیر کر رخصت ہوئی اور خطہ کوکن کے عوام و خواص نے اپنے ذہن و دل میں بڑا بوجھ سا محسوس کیا، جیسے ان کے اپنے گھر کا ہی عظیم ترین فرد انہیں داغ فرقت دے گیا، یہ احساس کیوں نہ ہو؟ کہ حضرت مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحب رحمہ اللہ کی پوری زندگی خیر و بھلائی کی رہبری و رہنمائی سے بھری ہوئی ہے، خصوصاً کوکن کے اہل علم طبقہ، حفاظ، علماء، مفتیان چاہے وہ جس میدان عمل میں مصروف ہوں، ان کی زبان پر ایک لخت ۔۔۔ انا للہ و انا إلیہ راجعون جاری ہوا۔

اللہ رب العزت موصوف کو غریق رحمت فرمائے، آپ کی جملہ مساعی جمیلہ و دینی، علمی، فلاحی خدمات قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے، اہل خانہ و جملہ متوسلین ولواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔ دعائیہ کلمات نکلے اور ذہن میں بات آئی کہ اللہ رب العزت نے رمضان المبارک کی مبارک ساعت میں انعامات سے نوازنے کے لئے آپ کو اپنے پاس بلالیا، لیکن ہم آپ کی مشفقانہ رہبری و پرخلوص رہنمائی سے محروم ہو گئے، البتہ دلاسہ کے لئے آپ کی وہ چشم کشا تحریریں آج بھی صفحہ قرطاس پر پوری تاب سے باقی ہیں اور ان شاء

اللہ ہمیشہ تابندگی کے ساتھ ہمیں صحیح راستہ دکھائیں گی اور موقع محل کی مناسبت سے زندگی کے دشوار ترین مراحل میں ہمارے لئے قیمتی لعل وگوہر کا کام دیں گی۔

خطہ کوکن کی علمی مردم خیز بستی، حسنی سادات میندری کے قریب ہی اپنا آبائی گاؤں وڈولی ہے، بچپن سے ہم اپنے قرب وجوار میں جن علماء کرام کے ناموں کو اپنے گھر و گاؤں کے بڑوں سے سنتے اور علاقہ میں جن کی دینی تگ ودو کو دیکھنے کا شرف ملا، ان میں حضرت مولانا سید عبد المنعم نظیر صاحب رحمہ اللہ سرفہرست ہیں، بستی کی چھوٹی سی مسجد میں کبھی کبھار تشریف لاکر کچھ وعظ فرماتے، ہم بالکل چھوٹے تھے، کچھ دھندلی سی یادیں باقی ہیں، ننھیال ڈیگھی جانا ہوتا تو وہاں بھی کبھی مسجد میں نظر آتے، اور جب ہائی اسکول کی تعلیم کے لئے پانچویں جماعت میں علاقہ کی مشہور اسکول انجمن اسلام جنجیرہ ہائی اسکول گونڈ گھر میں جانا ہوا، تو وہاں بھی کبھی کسی دینی پروگرام میں تشریف لاتے، اور بچوں سے تربیت کی باتیں کرتے۔

یاد ہے سالانہ کھیلوں کے پروگرام میں ہما ہاوس کی طرف سے تقریری مقابلہ میں میری کامیابی پر ان کے مبارک ہاتھوں سے انعامی کتاب ملی، ہم جماعت میندری کے ساتھی دوست ریحان کہتے کہ ہمارے گاوں کے مولانا ہیں، شریوردھن مدرسہ میں استاد ہیں، از ہرکوکن جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن میں بندہ کا داخلہ 93,1992 میں ہوا، اس وقت مولانا ولایت چلے گئے تھے، البتہ جب اپنے ملک تشریف لاتے تو تعلیمی دورانیہ میں جامعہ میں زیارت ہوتی، موقع ہوتا تو انجمن اصلاح الکلام کے جلسہ میں مدعو ہوتے اور مولانا کا بیان ہوتا جو پیار وسادگی سے لبریز ہوتا اور علم ووقت کی اہمیت اور اچھے اخلاق کی تاکید پر مبنی نصائح سے پر ہوتا، اچھا لگتا اور ہم بورلی علاقہ کے بچے خوش ہوتے کہ اپنے ایریا کے مولانا ہیں اور ان کی طرح بننے کی امنگیں دل میں کروٹیں لیتیں۔

دھیان رہے کہ ہم نے جامعہ کی تاریخ بن چکی پرانی رپورٹیں پڑھیں اور خود متعدد بار

جامعہ کے بڑوں سے سنا اور اس حقیقت سے جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن کے پرانے اساتذہ و طلبہ واقف ہیں کہ مدرسہ حسینیہ شریوردھن کو جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن کے عظیم الشان لبادہ میں سنوارنے میں حضرت مولانا سید عبد المنعم نظیر صاحب رحمہ اللہ کی بڑی قربانی ہے۔

مدرسہ میں درجات عالمیت کی ابتدا حضرت نے ہی فرمائی ، نیز آج بھی ہر سال انجمن اصلاح الکلام کے افتتاحی واختتامی جلسوں میں حضرت مولانا سید عبد المنعم نظیر صاحب رحمہ اللہ کی قربانیوں کو سراہا جاتا ہے، کہ جامعہ کے طلبہ کی تقریری وتحریری صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے آپ نے اس شعبہ کی بنیاد ڈالی، جہاں ہر جمعرات مغرب بعد طلبہ عزیز اپنی تقریر و بیان کی صلاحیت کی نوک و پلک درست کرتے ہیں۔ مولانا اپنی ذات میں ایک مکمل انجمن تھے، وہ ایک آدمی جو اکیلا اللہ کے فضل سے اکیڈمی کا کام کر گیا۔

شمع روشن بجھ گئی بزمِ سخن حسرت میں ہے:

اللہ رب العزت کی طرف سے حضرت مولانا سید عبد المنعم نظیر صاحب رحمہ اللہ کو فکر ارجمند، دل دردمند اور زبان ہوش مند کی نعمتوں سے نوازا گیا تھا، آپ نے ان خداداد صلاحیتوں کو قوم وملت کی تعمیر وترقی میں استعمال فرمایا، خطہ کوکن میں ان کے زمانہ میں علماء کی کمی تھی، جو اکابر علماء حضرات تھے وہ اپنے اپنے علاقہ اور جائے خدمت میں دینی وعلمی خدمات میں مصروف تھے، اس زمانہ میں بھی حضرت مولانا جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن کی تدریسی خدمات کے ساتھ علاقہ میں عوامی سطح پر دینی بیداری اور اصلاح معاشرہ کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ، علاقہ کی عوام اس وقت زیادہ تر محبت بھرے نام منعم صاحب سے یاد کرتے ، غرض یہ کہ حضرت عوام سے صرف دینی بنیاد پر مضبوط تعلق بنائے ہوئے تھے، مدرسہ کی جمعرات ، جمعہ اور دیگر تعطیل کے موقع پر علاقہ کی مختلف چھوٹی بڑی مساجد میں وعظ و بیان فرماتے ، جن میں توحید، رسالت

،آخرت کی تعلیمات، جنت کی ترغیب، جہنم سے ترہیب، عقائد کی درستگی، بدعات، رسومات اور خرافات اور گناہوں سے بچنے کی تاکید، نماز، اعمال صالحہ کی پابندی پر ابھارتے، اچھے انسان بننے اور اتحاد و اتفاق کی نصیحت ہوتی۔ عام فہم زبان، دل کو چھو لینے والا انداز ہوتا۔

کلیمی ضرب کی تاثیر تھی اس کے تکلم میں
وہ ہر فرعون کی قوت سے ٹکراتا ہوا آیا

ہمارے بورلی اطراف کے علاقہ میں حضرت مولانا نثار احمد دروگے صاحب مدظلہ العالی اور دیگر ذمہ داران کے ساتھ ملکر حضرت نے 18 بستیوں و جماعت المسلمین کی ایک متفقہ تنظیم امن کمیٹی وفلاحی ادارہ کے طرز پر''امارت شرعیہ حلقہ بورلی پنجتن'' کے نام سے بنائی، جس کے پہلے امیر آپ ہی منتخب ہوئے، اور حضرت مولانا نثار احمد دروگے صاحب مدظلہ العالی نے آپ کا خوب تعاون کیا، اللہ ان کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے آمین۔ اس تنظیم کے تحت تمام مسلم جماعتیں ملی امور پر متفقہ فیصلے لیتیں، گھریلو و معاشرتی مسائل ان دونوں اکابرین کی سرپرستی میں حل ہوتے، اور نکاح خوانی کے امور صحت کے ساتھ انجام دیئے جاتے، غرض یہ کہ بہت سے فائدے تھے، آپ نے بہت بڑی خیر جاری فرمائی۔

موت کے ہاتھوں سے مٹ سکتا اگر نقشِ حیات
عام یوں اس کو نہ کر دیتا نظام کائنات

کاش کہ بعد کے منتظمین امارت اس کی اہمیت کو سمجھتے، غرض یہ کہ حضرت مولانا نے اپنی ان اصلاحی اور سماجی تحریکوں سے آنے والی نسل اہل علم کو عملی راہ بتائی کہ ہمیں مساجد، مکاتب و مدارس کی ذمہ داریوں کے ساتھ عوامی اصلاحی و سماجی خدمات بھی انجام دینا ہے، صرف اللہ کی رضا کے لئے عوام سے ربط و ضبط ضروری ہے، اور درمیان کی خلیج کو ایسے پاٹنا ہے کہ عالمانہ وقار

بھی متاثر نہ ہو اور سماجی دوری بھی نہیں تا کہ عوام بھی ادب واحترام کے دائرہ میں اپنے مسائل سامنے رکھے اور آپ ان کی مخلصانہ رہبری ورہنمائی فرمائیں۔

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے منازل اور بھی ہیں

حیرت واستعجاب تو یہ کہ اس دور میں آج کی طرح سفری وسائل بھی نہیں تھے، منی ڈورو دیگر کرائے کی سواریاں نہیں تھیں، کچے راستے اور ایس ٹی کی محدود بسیں اور کھچا کھچ بھری ہوئیں۔ ایک چھوٹ جائے تو اگلی کے لئے گھنٹوں انتظار کہ پسینے چھوٹ جائے، ایسے وقت میں بے طلب عوام کے سامنے خلوص کے ساتھ پہنچنا اتنی بڑی قربانی ہے کہ اس کا تصور مشکل، اس میں بھی غیرت کا یہ عالم کہ اپنا توشہ ساتھ میں کہ کسی کو تکلیف دینے کا سوال نہیں، آج بھی علاقہ کے بعض بڑے بوڑھے یاد کرتے ہیں کہ منعم صاحب ہاتھ میں کپڑے کی ایک تھیلی تھامے جس میں ضروری دوائی اور توشہ ہوتا گاوں میں تشریف لاتے، کوئی گھر کھانے لیجانا چاہتا تو خندہ پیشانی سے بارک اللہ کہہ کر اس سے دعائیہ معذرت فرماتے، غیرت وخودداری مولانا کی بہت بڑی پونجی تھی، ذاتی سوال نہیں اور تعلق صرف اللہ کے لئے۔

اب صبا سے کون پوچھے گا سکوتِ گل کا راز
کون سمجھے گا چمن میں نالۂ بلبل کا راز

جاں نثار وغم گسارِ ملتِ بیضا کی موت:

اللہ کے فضل سے حضرت مولانا سید عبد المنعم نظیر صاحب رحمہ اللہ نے خطہ کوکن میں دینی واسلامی تعلیمات کے احیاء کے لئے نا قابل فراموش کوششیں کیں ہیں، ان شاء اللہ رہتی دنیا تک ان سے اہل کوکن مستفید ہوتے رہیں گے، اور باری تعالی سے امید بالیقین ہے کہ یہ خدمات

آخرت میں آپ کے لئے ذخیرہ رفع درجات ثابت ہوں گی، بلکہ عالم برزخ میں اس کے ثمرات شروع بھی ہو چکے ہوں گے۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستاں اس گھر کی نگہبانی کرے

کوکن کے دینی مکاتب میں پہلے بچوں کو دینی مسائل اور وضو و نماز وغیرہ کی ترتیب سے واقفیت کے لئے ترتیب الصلوۃ نامی کتاب پڑھائی جاتی اور مکاتب و مذہبی کے ملا صاحبان اس کے کلمے، مسائل ودعائیں زبانی یاد کرواتے، چھوٹے طلبہ کی سمجھ سے بالاتر کتاب تھی، اردو بھی گاڑھی تھی، ہمیں بھی بہت دشوری ہوتی، اللہ کی توفیق سے حضرت مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحب رحمہ اللہ کو یہ فکر دامن گیر ہوئی اور انہوں نے رسالہ تعلیم الدین شافعی مختلف مراحل میں لکھا، اس میں اسلامی کلمے، عام فہم زبان میں بنیادی عقائد و مسائل، سیرت وسنت نبوی، اور روزمرہ کی دعائیں شامل فرمائیں، الحمدللہ اس کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی، کوکن کا بچہ بچہ حضرت والا کو اس رسالہ کے واسطے سے جانتا ہے، یہ اہل کوکن پر اتنا بڑا احسان ہے کہ جس کا بدل دعاؤں کے ذریعے ہمیں ادا کرنا ہوگا۔ رسالہ تعلیم الدین کے لکھنے میں کتنا خلوص وتڑپ شامل رہی ہے، وہ حضرت مولانا اور اللہ کے درمیان راز ہے، اس کی مقبولیت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اس ایک شمع سے کئی شمعیں روشن ہوئیں لیکن رسالہ تعلیم الدین آج بھی اپنی اہمیت برقرار رکھے ہوئے ہیں، بلکہ اس میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے، آج بھی بہت اہم و باریک مسائل و جزئیات کے لئے تعلیم الدین میں دیکھنے پر تسلی ہوتی ہے، آپ جانتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی جامع صحیح بخاری شریف کے بعد حدیث کی بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، لیکن جو مقبولیت بخاری شریف کو حاصل ہوئی وہ ایک مسلم حقیقت ہے، اس لئے کہ جامع صحیح بخاری شریف کی تالیف کے وقت امام بخاری

رحمہ اللہ کا تعلق مع اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کی تڑپ اور امت مسلمہ کو صحیح احادیث کا ذخیرہ دینے کی کڑھن اور غسل، پاکی، نوافل ودعاوں کے اہتمام کا بڑا دخل ہے۔

مر بھی جاؤں تو کہاں لوگ بھلا ہی دیں گے
لفظ میرے ہونے کی گواہی دیں گے
عکسِ خوشبو ہوں، بکھرنے سے نہ روکے کوئی
اور بکھر جاؤں تو مجھ کو نہ سمیٹے کوئی

اس کے علاوہ بھی حضرت مولانا کے قیمتی قلم سے بہت ہی مفید رسالے، کتابیں اور مضامین شائع ہوکر عوام وخواص میں مقبول ہوئے۔ بلا شبہ حضرت مولانا سید عبد المنعم نظیر صاحب رحمہ اللہ اہل سنت والجماعت کے ترجمان تھے، فقہ شافعی میں اجتہادی شان کے حامل رہے، آپ کے شاگردوں سے سنا کہ جامعہ حسینیہ میں فتح الوھاب جیسی فقہ شافعی میں عظیم ترین کتاب کا درس بھی دیا ہے، اور مضبوط قوت استدلال رکھتے تھے، درس کا انداز پیاراو عام فہم تھا۔ از ہر ہند دار العلوم دیو بند کے خوشہ چیں اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد ہونے کی وجہ سے ہمہ جہت خدمات، صلاحیتوں اور صالحیت کا منبع تھے۔

حق کو سراہتے، اس کی خوب نشر واشاعت فرماتے اور غلط نظریات کو برا مانتے، جانتے اور اس کو ختم کرنے اور بے باکی سے اس کی خرابیوں کو اجاگر کرنے میں اپنی انتھک صلاحیت صرف فرماتے، کسی کی مدح و مذمت کی پرواہ نہیں کرتے تھے، صحیح بات صحیح دوٹوک انداز اور مناسب موقع ومحل میں صاف کہتے اور عوام وخواص کی صحیح رہبری ورہنمائی فرماتے۔

کوئی بزم ہو کوئی انجمن یہ شعار اپنا قدیم ہے
جہاں روشنی کی کمی ملی وہیں ایک چراغ جلا دیا

وہ ارتقاء کے پیامبر بھی تھے،ضمیر نو کے امام بھی تھے:

اللہ تعالی نے حضرت مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحب رحمہ اللہ کو جہاں آسمان علم وفن پر نیر تاباں بن کر چمکا یا،ان کے ذریعے علاقہ میں اسلام کی شمع فروزاں کی،حضرت نے اپنی زندگی کا مشن ہی اسلام کی خدمت کو بنالیا تھا،حضرت ایک معتبر عالم دین،ایک موثر مفکر،ایک روحانی رہنما،ایک معاشرتی مصلح ،ہونے کے ساتھ اعلی درجہ کے ذہین وذکی اور حالات حاضرہ کی فہم و فراست رکھتے تھے،انھوں نے ولایت ومغرب میں لکھیں اپنی تحریروں کے ذریعے اسلام کو بہترین رول ماڈل کے طور پر پیش کیا۔

سازِ مغرب میں سمو دی نغمۂ مشرق کی لے
تونے بھر دی نئے پیالوں میں صہبائے کہن
اب بجھا سکتی نہیں جس کو ہوائے روزگار
تونے سینوں میں لگا دی زندگی کی وہ لگن
مدتوں کرتی ہے گردش جستجو میں کائنات
تب کہیں ملتا ہے ایسا محرمِ رازِ حیات

ان کی تحریر کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے،اپنی تو یہ کیفیت ہے کہ ان کا ایک مضمون یا کتاب ہاتھ میں لوں تو جب تک اسے مکمل ختم نہ کروں چین نہیں آتا،ایسے لگتا ہے جیسے آپ روبرو ہم کلام ہے اور بات گھول کر پلا رہے ہیں،ان کے سارے خیالات،تصورات،مشاہدات، تجربات اور افکار وآراء کو گر جمع کیا جائے تو اس نابغہ روزگار شخصیت کے لئے یہی کہنا ہوگا۔

انہیں پڑھو زندگی ملے گی ،انہیں سنو آگہی ملے گی
یہ ارتقاء کے پیامبر بھی ہیں ضمیر نو کے امام بھی ہیں

یہ قوم سے ہم کلام بھی ہیں وہ عظیم قائد وانساں بھی ہیں
جو کھو چکی ہے شعور دوراں وہ بازیابی کے ضامن بھی ہیں

حضرت مولانا میں قائدانہ صلاحیتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں، ان میں وسعت نظری اور فکری ارتقاء بلند پایہ کا تھا، ان کی نگاہ قلندرانہ بہت بلند تھی، ان کے زبان وقلم میں ایسا جادو تھا جو درد دل کا مداوا بن جاتا، بات میں وزن تھا، ان میں امت کی ترقی کی ایسی تڑپ کڑھن تھی جس سے وہ ترقیاتی حکمت عملی کی طرف بلا خوف وخطر، کسی کی مدح و مذمت کی پرواہ کئے بغیر نشاندہی فرماتے تھے، وہ خوددار و باغیرت تھے، وہ اپنے ذاتی مفادات سے اوپر اٹھ کر صرف ملی مفادات کو ہی ترجیح دیتے، ان کے ایک کلام سے دینی وسماجی کاموں میں بہت حوصلہ ملتا، وہ ہمیشہ فرماتے، اللہ سے اپنا معاملہ صاف رکھو، مخلوق سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ ان کو سنبھال لیں گے لیکن مخلوق کو خوش رکھنے کے لئے کبھی بھی اللہ کو ناراض مت کرو، ورنہ اللہ رسوا کریں گے۔

نگہ بلند، سخن دلنواز جان پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

اگر نگاہ میں وسعت اور بلندی ہو تو دل بھی کشادہ ہو جاتا ہے، جس قیادت میں بلند ہمتی اور عالی ظرفی کی صفات پیدا ہوتی ہیں، اسی کے دل میں اپنی قوم کو سنوارنے اور قوم کی عظمت و سطوت کے علم کو بلند کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اگر قیادت کی نگاہوں میں آفاقیت نہ ہو تو پھر قوم آگے نہیں بڑھتی، بلکہ خسارہ اٹھاتی ہے۔ میر کارواں وہ ہو جو ایسی بات کرے جس سے لوگوں کے دل مسخر ہوں جس کا ہر مخاطب یوں سمجھے کہ میر کارواں کی بات ہی میرے دل کی بات ہے اور اس قومی قیادت کی بات لوگوں کے دلوں اور ذہنوں کو اپیل کرے۔ اس لیے اقبال کہتے ہیں:

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

زباں نشتر کا کام بھی کرتی ہے اور مرہم کا بھی، اس کے ذریعے تکلیف کو بڑھایا بھی جاتا ہے اور گھٹایا بھی جاتا ہے۔ایک اچھے طبیب کی بھی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی دلنواز باتوں کے ذریعے اپنے مریض کا آدھا مرض دور کردیتا ہے، میر کارواں بھی ٹوٹے ہوئے دلوں کی ڈھارس باندھتا ہے اور مردہ جذبوں اور دلوں کو ولولہ اور زندگی دیتا ہے، قیادت کا یہ وصف بھی ہے کہ اس میں سوز دروں ہو اور اس کا مفہوم یہ ہے وہ قیادت اپنے فرائض کی تکمیل کا شدید احساس رکھے، اپنے مقصد اور اپنی منزل کے حصول کے لیے بے چین اور بے تاب ہو جس قیادت کا اپنا دل حرارت سے خالی ہو وہ قوم کے دلوں کو گرما نہیں سکتی اس لیے میر کارواں میں سوز دروں کا ہونا ضروری ہے، دل میں سوز نہ ہو تو جمود کی کیفیت ہوتی ہے۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

اے کاش کہ ہم حضرت مولانا کی زندگی میں ان کی مذکورہ قائدانہ صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا کر اپنے قوم کا اقبال بلند کرتے، ہم نے حضرت مولانا کی خاطر خواہ قدر نہیں کی، ان کی صلاحیتوں سے اتم فائدہ نہیں حاصل کیا، اللہ تعالی ہمیں اس ناقدری پر معاف فرمائے آمین۔لیکن ہمیں جوہر کے چھن جانے کے بعد اس کی قیمت کا احساس ہوتا ہے، کسی کے چلے جانے کے بعد ہی اس کی عظمت و رفعت اور قدر و قیمت کا احساس ہوتا ہے، اسے تاریخی اصطلاح میں مردہ پرست قوم کہتے ہیں، ہم ایک زندہ و جاوید ملت ہیں اور اسی جاویدگی میں ہماری تابندگی و کامیابی ہے، اب بھی کم ازکم جو ہمارے بزرگ موجود ہیں، ان سے استفادہ کریں، ورنہ سوائے ہاتھ ملنے

کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

عطا اسلاف کا جذب دروں کر
شریک زمرہء لایحزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

آہ! ایک مثالی کامیاب استاذ نہ رہے:

حضرت مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحب رحمہ اللہ کے تین شاگرد جو میرے مؤقر مشفق اساتذہ ہیں، اور جامعہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، میرے استاذ حفظ حضرت مولانا حافظ صادق موزر صاحب، میرے استاذ تجوید وقرات حضرت مولانا قاری عبدالستار راہٹول صاحب اور میرے استاذ فقہ حضرت مفتی نذیر کرجیکر صاحب (تمام اساتذہ کی عمر وصحت میں اللہ برکت عطا فرمائے آمین)

میرے مذکورہ تینوں اساتذہ کرام کی زبانی حضرت مولانا کی تدریسی وتعلیمی نظامت کی خدمات کے بارے میں جو کچھ معلومات حاصل ہوئی، اس کا لب لباب یہ کہ حضرت مولانا ایک مثالی اور کامیاب استاذ تھے، حقیقت میں سید علم وعمل اور مشفق ومربی استاذ تھے، درس کا انداز بہت سلیس، پیارا اور دلوں کو چھو لینے والا تھا، سنجیدگی ومتانت کے ساتھ خوبصورت مزاح کی آمیزش سے درس میں چار چاند لگا دیتے۔

اپنے استادوں کو پایا ہم نے مشفق مہرباں
حق نے بخشے ہیں انھیں اوصاف میر کارواں
تعلیم کو لکھیں گے اگر تاج محل
اس پیکر تدریس کو محراب لکھیں گے

حضرت مولانا استاد کی سماجی اہمیت کو خوب جانتے اور عمل پیراں تھے، ایک مرتبہ مدرسہ دارالفلاح وڈولی گونڈ گھر میں اساتذہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ایک استاذ سماج میں انقلاب کا نقیب ہوا کرتا ہے، استاد اگر چاہے تو ایک ذی شعور اور ذی وقار قوم کی تعمیر کرسکتا ہے، استاد کو معاشرے میں ایک رہنما اور رہبر کا مقام حاصل ہوتا ہے، جس طرح ایک سنگ تراش کسی پتھر کو مجسمے کی صورت عطاء کرتا ہے، اسی طرح ایک بہترین استاد کسی بھی جاہل معاشرے کو ترقی یافتہ و باکمال معاشرہ بنا سکتا ہے، استاد ایک باغبان ہوتا ہے، جس طرح ایک باغبان اپنے باغ کے درختوں اور پودوں کی خوبصورتی اور بہترین نشونما کیلیئے تمام خودرو جڑی بوٹیوں کو وقت پر باہر نکال پھینک دیتا ہے، اسی طرح ایک استاد اپنے طلباء کی ذہنی نشونما کی آبیاری کرتا ہے وہ اپنے شاگردوں کے ذہنوں سے تمام تر برے خیالات اور توہمات کا خاتمہ کر دیتا ہے، انکی ذہنی استعداد کار کو بڑھانے اور ان کو معاشرے کا ایک ذمہ دار با مقصد فرد بنانے کیلیئے اپنا کلیدی کردار ادا کرتا ہے، استاد معاشرے کی فہم و فراست، درک و دریافت کی قوتوں کو نئی نہج پر منتج کرتا ہے ،استادی شیوہ پیغمبری ہے، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے منصب تدریس کو معراج عطاء کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا، استاد انسانوں کی کردار سازی کرتا ہے، استاد شخصیت سازی میں مانع تمام تر عادات و خصائل کا خاتمہ کرتا ہے جس کے بدلے میں معاشرہ علمی اور اخلاقی اسرار ورموز کا محور بن جاتا ہے، یہ خاموش علمی اور روحانی انقلاب صرف اور صرف ایک بہترین استاد کی مرہون منت ہے، حضرت مولانا ایک کامیاب و مثالی استاد ہونے کے ساتھ عملی مربی بھی تھے، طلبہ کے اعمال واخلاق کی فکروں کے ساتھ ان کی بہتر سہولیات کے لئے بھی کوشاں رہتے تھے، کبھی کسی طالب علم سے ذاتی خدمت نہیں لیتے، بلکہ بیمار طلبہ کی خود خدمت و تیمارداری فرماتے اور صحت یابی کے لئے فکرمند رہتے، مدرسہ میں اپنے

کام خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے، بلکہ عجز و انکساری کا یہ عالم کہ عزیز استاذ مولانا صادق موزر صاحب فرماتے ہیں، کہ جامعہ کی موجودہ تعلیمی عمارت کے پہلے منزلہ پر حضرت کی آرامگاہ تھی، جب سب طلبہ رات آرام کرتے تب حضرت چپکے سے واش روم میں بھی صفائی کرتے اس فکر سے کہ فجر کے وقت طلبہ کو راحت نصیب ہوگی۔ اللہ اکبر۔

جن کے کردار سے آتی ہو صداقت کی مہک
ان کی تدریس سے پتھر بھی پگھل سکتے ہیں

استاذ محترم حضرت مفتی نذیر کرجیکر صاحب فرماتے ہیں: حضرت مولانا سبق میں مشکل ترین مسائل آسانی اور مسکراہٹ کے ساتھ سمجھا دیتے، جامعہ میں نشاۃ ثانیہ میں بڑے طویل عرصہ بعد تقریبا 12 سالوں بعد پھر سے پڑھانے آئے، لیکن علم ابھی بھی بہت پختہ اور حافظہ مضبوط تھا، ایسا لگا ہی نہیں کہ اتنا عرصہ آپ تدریس سے دور رہے ہوں، آپ طلبہ کو علمی وفنی تحقیق وجستجو میں لگاتے، اور پھر جانچتے بھی تھے، عبارت سمجھانے اور مسائل وقواعد کی تفہیم وتشریح میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

میں آندھیوں کے تسلسل کو روک لوں پہلے
مزاج گردش دوراں کو بھی ہنسا دوں گا

استاذ محترم قاری عبدالستار راہٹول صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت تواضع وسادگی کے اعلی درجے پر تھے، اپنے کام خود کرتے، خدمت کا موقع ہمیں چاہ کر ملتا نہیں تھا، بلکہ بیمار طلبہ کی خود فکریں کرتے، طلبہ سے بے حد شفقت ومحبت سے پیش آتے، حضرت سے فیض وخدمت کا جو بھی موقع ملا بہت سعادت وغنیمت اور ذخیرہ دنیا وآخرت ہے۔

رہبر بھی یہ، ہمدم بھی یہ غم خوار ہمارے
استاذ یہ قوموں کے ہیں معمار ہمارے

حضرت مولانا سید عبد المنعم نظیر صاحب رحمہ اللہ سے بندہ کو جامعہ میں تو باضابطہ شرف تلمذ حاصل نہیں ہوا، البتہ مختلف مسائل و موضوعات کے سلسلہ میں حضرت کے علمی نکات اور فنی باریکیوں سے آگہی کا موقع ملا، جس سے ایک حرف بھی سیکھنے کا موقعہ ملا ہو وہ مقام استاذی پر فائز ہے۔فللہ الحمد والمنۃ علي ذلک۔۔ خصوصا اپنی کتاب ''شافعی مسلک تاریخ وخدمات کے آئینے میں'' کے موقع پر حضرت والا سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا، امام شافعی رضی اللہ عنہ سے آپ کا قلبی تعلق، ان کی افکار ونظریات سے آگہی، امام شافعی کے اولین شاگردوں کے احوال زندگی پر گہرائی سے نظر، اور دیگر قدیم وجدید فقہاء شوافع کی فقہی آراء کی گیرائی اور شافعی مسلک و دیگر فقہی مکاتب فکر کی کتابوں پر دقت نظری سے مضبوط پکڑ سے یہ کوتاہ علم وعمل عاجز بندہ انگشت بدنداں رہ جاتا، کہ اس پیرانہ سالی میں بھی حافظہ کی عمدگی پر کلمہ ''ماشاءاللہ'' بے ساختہ زبان پر جاری ہوتا۔

حضرت مولانا کی مجسم تواضع شخصیت فرماتی: دیکھو فلاں امام یا عالم نے یہ بات کہیں تو لکھی ہے، یا کبھی فرماتے اس عنوان پر فلاں کتاب دیکھنا مناسب ہوگا الحمد للہ بندہ کی کتاب پر حضرت والا نے بغور نظر فرمائی، بہت سی اصلاحات فرمائیں، مواد واملاء کی بھی نوک و پلک درست فرمائی، مفید مشورے بھی عنایت فرمائے اور محبت ودعاؤں بھرے تقریظی کلمات سے بھی نوازا، اللہ حضرت کی مغفرت فرمائے اور درجات بلندترین فرمائے آمین۔۔

دفتر ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات
مثل ِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نو رسے معمور یہ خاکی شبستا ں ہو ترا

آمین۔

آپ کے شاگرد بزبان حال گویا ہیں:

تمھاری باتوں کی بھینی خوشبو ہماری سوچوں میں بس گئی ہے
تمھارے نقش قدم سے ہم نے ہزاروں اُجلے خیال پائے
تمھارا دستِ شفیق تھاما تمھاری اُنگلی پکڑ کے خود کو سنبھال پائے
تمھاری آنکھوں کی روشنی سے ہمارے دِل بھی ہوئے منور
تمھارے لفظوں کے سچے موتی ہمارے دامن میں بھر گئے ہیں
تمھارے دم سے یہ کھوٹے سکے چمک گئے ہیں
تمھارے دم سے یہ بگڑے نقشے سنور گئے ہیں
تمھارے دم سے یقیں کی دولت ہمیں ملی ہے
تمھارے دم سے ہمارے خوابوں میں جان آئی
تمھاری معصوم سی دعائیں ہماری راہ کا ہیں نور اب تک
تمھیں خدا نے کمال بخشا تمھاری محنت عظیم تر ہے
تمہارے علمی بچے یہ پوچھتے ہیں تمہارے جیسا کہاں سے لائیں
وہ پھول باتیں گلاب یادیں ہمیں بتاو کہاں سے لائیں

عالِم کی موت عالَم کی موت ہے

مولانا داؤد حسین ہرنیکر
امام وخطیب مسجد عائشہ لیسٹر یوکے

یہ جو فرمایا گیا ہے کہ موت العالم موت العالم (عالم کی موت جہاں کی موت ہے) تو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے جو یونہی برسبیل تذکرہ یا بطور تفنن کہہ دی گئی ہو، بلکہ یہ تو ایک ایسی حقیقت ہے جو گہری بھی ہے اور تلخ بھی، مگر نہ تو اس کی گہرائی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور نہ اس کی تلخی کی کوئی حد ہے، ایسے ہی مختلف صفات و کمالات کے مالک ہمارے مشفق و مربی استاذ حضرت مولانا عبدالمنعم نظیر صاحبؒ کی شخصیت تھی جنھوں نے مالک حقیقی کے بلاوے پر لبیک کہا اور اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کی رحلت سے جہاں آپ کی خاندانی اولاد پدرانہ شفقت سے محروم ہوئی وہی آپ کی تعلیمی وتربیتی اولاد کی بھی ایک بڑی تعداد آپ کے رحم وکرم سے محروم ہوگئی۔

ملک سخن کا تاجور حال اٹھ گیا دنیا سے اہل علم کا اقبال اٹھ گیا

خیر یہ تو انسانی زندگی کا ضابطہ ہے مگر حضرتؒ کی زندگی پر اگر نظر کریں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفت تھی دائم الفکر اس کا مصداق پائیں گے، خطے کوکن میں اس وقت عالم بن کر آئے جب خطے میں علماء کمیاب ہی نہیں نایاب تھے، عوام علماء کو شجر ممنوعہ سے کم نہیں سمجھتی تھی، ایسے وقت میں بمبئی اور میندری میں خدمات انجام دی اور عوام کی دینی واصلاحی فکر کی، میندری کی امامت کے احوال بھی سید امتیاز سے سنے، پھر از ہر کوکن جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن کی دعوت پر لبیک کہا اور ماشااللہ ایک عرصے تک جامعہ میں تدریسی خدمات انجام دی، پھر ناظم تعلیمات بن

کر نظام تعلیم میں وہ روح پھونک دی کہ جامعہ میں عالمیت کی تکمیل ہونے لگی۔اس کا سہرا جامعہ کے مخلص بانیان اور سرپرستوں کے ساتھ شیخ منعمؒ کے سر بھی جاتا ہے۔حضرتؒ طلبہ کے ساتھ انتہائی شفقت کا معاملہ فرماتے ،طلبہ بھی ان سے بے انتہا محبت کرتے تھے،آپ کے مزاج کے سبب طلبہ لطف اور خوشی محسوس کرتے تھے، خوش مزاجی ،سادگی اور حلم گویا ان کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی ،ان کی گفتگو سامع کے لحاظ سے مختلف ہوتی تھی ،سامع اگر عالم ہوتا تو گفتگو عالمانہ ہوتی تھی ،سامع اگر عامی ہوتا تو ان کی گفتگو عامیانہ ہوتی تھی ،آپ کے طرز کلام کا انداز پانی کے بہاؤ کی طرح دھیما اور رواں ہوتا تھا،سبق پڑھاتے وقت مشکل سے مشکل مسئلہ کو چٹکیوں میں حل فرمالیا کرتے تھے،حق بات ڈنکے کی چوٹ پر بیان کرتے تھے۔

اس کے بعد 1992 میں حافظ عبدالستار صاحب کی دعوت پر یوکے تشریف لائے اور یہاں اپنی خدمات شروع کی ، پھر کیا تھا ’’عطر وہ ہے کہ جس کی خوشبو ہی بتلا دیتی‘‘ کے مصداق شخصیت نے جب یہاں کام شروع کیا تو ہینڈن اسلامک سنٹر کے ذمہ داران نے کہا یہ تو بڑی شخصیت ہے، ہینڈن مسجد کے لیے بالکل مناسب ہے،پھر حضرت ہینڈن اسلامک سنٹر لندن میں منتقل ہوئے اور ایک عرصے تک قوم وملت کی خدمت میں مصروف کار رہے، امامت وخطابت کے ساتھ تصنیف وتالیف میں لگے رہے،آپ کے مضامین لندن کے مختلف اخبارات میں چھپتے رہے،اس کا اچھا خاصہ ذخیرہ حضرتؒ نے ہمارے سپرد کیا اس میں سے کچھ کو مفتی فیاض احمد برمارے صاحب کی کوشش اور سعی نے منظر عام پر لایا ہے اور ابھی بہت باقی ہے۔(قارئین سے دعا کی درخواست)

خیر! جہاں دنیا کی رنگارنگی دیکھ کر اچھے اچھوں کی رال ٹپک جاتی ہے وہاں دنیا سے بے رغبتی اور یکسوئی کے ساتھ ایسی خدمت انجام دی گویا پانی سے گزر گئے مگر پاؤں تر بھی نہیں ہوئے۔

ہم کو یاد پڑھتا ہے ایک مرتبہ ہم حافظ مبین سنگے اور مولانا سعید حدادی حضرت کو ملنے

گئے تھے تو ہم کو تو یوں لگا کہ جامعہ حسینیہ میں ہی ہم آ گئے، کمرے میں پہنچنے سے پہلے ہی کھانے کی خوشبو نے دماغ کو ایسا معطر کیا کہ کچھ وقت کے لیے ہم سمجھے مغرب بعد کا وقت ہے اور مولانا علی میاں دامت برکاتھم اور حضرتؒ کے کمرے کے پاس سے ہم گزر رہے ہیں۔

ایک اور بات میں اپنے نوجوانوں کے لیے لکھتا ہوں کہ حضرتؒ میں جدید وسائل تعلیم و تبلیغ کے استعمال کا بھی ذوق وشوق تھا اور ان کے سیکھنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

2012 کی بات ہے کہ ضیاء الدین بھائی جو مولاناؒ کے رشتے دار ہیں، انھوں نے مولانا کو اردو کی پیڈ سیٹ اپ کر کے لیپ ٹاپ دیا۔ آپ اس پر اپنے مضامین کمپوز کرتے تھے، اگر کوئی بٹن سمجھ میں نہیں آتا فون کرتے اور اس کام کو سیکھنے سے حد درجہ خوش ہوتے تھے۔

درجنوں تصنیفات ہیں آپ کی مگر "تعلیم الدین" کے رسالے کو اللہ تعالی نے جو مقبولیت دی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، اس رسالے کو حضرت نے طہارت سے شروع کر کے عقیقے پر ختم کیا۔ مناسبت یہ ہے کہ اس طرف اشارہ کر دیا کہ میں نے اس کتاب میں بچے کی بلوغت سے لے کر اس کے یہاں بچہ پیدا ہونے تک کے موٹے موٹے مسائل کو جمع کیا ہوں۔ اس سے امید کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالی اس کو آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

الغرض قوم سے ایک جلیل القدر عالم ربانی، مشفق و مربی استاد الاساتذہ اور جامعہ حسینیہ کے اساسی استاد اور مصنف اور فقیہ و امام کا سایہ اٹھ گیا۔ اللہ اس کا نعم البدل عطا فرمائے اور آپ کو اعلی علیین میں جگہ عطا فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین

عجب دست اجل کو کام سونپا ہے مشیت نے
چمن سے پھول چننا اور ویرانے میں رکھ دینا

خاندان سادات کا ایک روشن ستارہ

مولانا سید عبد المنعم نظیر صاحب

(سابق ناظمِ تعلیمات جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن کی رحلت اہل کوکن کے لئے بڑا خسارہ)

مفتی فیاض احمد محمود برمارے حسینی
جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور، کرناٹک

موت ایک اٹل حقیقت ہے، اس دنیا میں موجود ہر انسان، ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے، انسان جہاں تمام مخلوقات میں اشرف ہے وہیں زندگی کے معاملے میں سب سے بڑھ کر عدم یقینی کا شکار ہے، دیکھا جائے تو انسان کی زندگی چند پل کے سوا اور کچھ نہیں اس کے بعد مادی وجود کو خاک میں ملنا ہے، پیچھے رہنے والی چیز طرز حیات ہے، یہی وہ طرز حیات ہے جو طے کرتا ہے کہ آپ کے بعد آپ کو لوگ کن الفاظ میں یاد کرتے ہیں، اگر آپ نے اچھے اخلاق اور اعلی معیار کے ساتھ ایک بہترین طرز حیات پر مبنی زندگی گذار لی تو یقین کیجئے اس دنیا سے جا کر بھی زندہ رہیں گے، وہ تمام اشخاص جن سے آپ کا کبھی نہ کبھی واسطہ رہا ہوگا وہ آپ کو اچھے الفاظ میں یاد کریں گے، اور یہی الفاظ آپ کا سرمایہ حیات ہے، دنیا میں بہت کم شخصیات ایسی ہوتی ہیں جو کامل طرز حیات رکھتی ہیں، جن کا رہن سہن، ملنا جلنا، اٹھنا بیٹھنا، بات چیت، لب ولہجہ، اخلاق وتمیز، الغرض شخصیت کا ہر زاویہ کامل اور بے مثال ہوتا ہے۔ ہمارے علاقہ کوکن کے مولانا سید عبد المنعم نظیر صاحبؒ بھی ایسی ہی کچھ چنندہ شخصیات میں سے ایک تھے جنھوں نے چمنستان حیات کو اپنے دیدہ وری سے منور کئے رکھا اور ایسی طرز حیات کو اپنایا تھا جو سب کے لئے قابل عمل اور لائق تقلید ہے، جو مختصر علالت کے بعد ہمیں ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر چلے گئے اور داغ

مفارقت دے گئے، لیکن اپنے پیچھے ایک ایسی زندگی چھوڑ گئے جس پر رشک آتا ہے اور بحیثیت ہمارے بزرگ ہونے کے ہمارا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔

مولانا کی زندگی کے مختلف گوشوں پر لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے، لیکن مختصر یہ کہ مولانا فطری طور پر بڑے متواضع اور منکسر المزاج تھے، اخلاص ان کی شخصیت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، تحمل، بردباری اور برداشت ان کا خاصہ تھا، نرم وشفیق لہجہ، صلح جو طبیعت، حسن اخلاق، زندہ دلی اور دوراندیشی ودانائی ان سب خوبیوں سے مرقع تھے، مولانا ایک خاموش کتاب تھے، جب کھل جاتی تو علم کے ذخائر اپنے دروازے کھول دیتے، مجھے مولانا کی معمولی معیت حاصل رہی، مولانا کو میں بچپن سے جانتا تھا لیکن مولانا مجھ سے واقف نہیں تھے، لیکن مولانا جب یوکے میں مقیم تھے اس وقت کوکن کی آواز میں میرے شائع ہونے والے مضامین نے میرے اور مولانا کے درمیان کی بعد مسافت اور طویل فاصلہ کو قربت ومحبت میں تبدیل کیا اور فراغت کے بعد کسی موقع پر مولانا سے جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن میں استاذ محترم استاذ الاساتذہ مولانا علی میاں صاحب کے آرام گاہ میں ملاقات ہوئی، میرے نام کے اظہار پر مولانا ایسے بے تکلف ہو گئے جیسے برسوں سے مجھے جانتے تھے اور بہت قریبی تعلق رہا ہو، اس وقت متعدد موضوعات پر علمی گفتگو ہوئی اور مجھے ان سے استفادہ کا موقع ملا، اس کے بعد حضرت مولانا سید شوکت علی نظیر صاحب نور اللہ مرقدہ کی حیات میں عم محترم مولانا رجب برمارے صاحب حفظہ اللہ کے ساتھ میندری میں ان دونوں ولی صفت اور برگزیدہ بندوں سے ملاقات ہوئی تھی، اس وقت مولانا نے اپنی متعدد تصنیفات ہدیہ میں پیش کیں، اسی دوران مولانا کے یوکے میں قیام کے دوران لکھے گئے مضامین کو کتابی شکل دینے کی خواہش کا اظہار عزیز القدر مولانا داود ہرنیکر صاحب سلمہ الباری نے مولانا کے سامنے کیا تو مولانا بے انتہا خوش ہوئے اور اس خدمت کے

لئے اللہ تعالی نے مجھے قبول کیا، میں نے اس کتاب (روشنی کی طرف) کی ترتیب میں جو کام کیا ہے اس کی تفصیل ابتدائے کتاب میں موجود ہے، البتہ اس دوران مولانا سے مسلسل فون پر رابطہ ہوتے رہتا اور دعائیں ملتی رہیں، لیکن میری بدنصیبی ہے کہ مولانا سے جس طرح استفادہ کرنا چاہیے تھا اس کا حق ادا نہ ہوسکا، اور مولانا کی زندگی سے جو سبق اور پیغام حاصل کرنا تھا اس سلسلہ میں بڑی کوتاہی ہوئی، الغرض مولانا کی زندگی میں ہم نے مولانا سے ان کی زندگی کے نشیب وفراز اور ان کی حیات کے چند گوشوں پر خود مولانا ہی کی زبانی کچھ معلومات حاصل کی تھی، آج جب کہ مولانا ہمارے درمیان نہیں رہے، اس کے باوجود مولانا اپنے علمی کارناموں اور خدمات سے ہم سب کے درمیان موجود ہیں، اسی موجودگی میں مزید تازگی اور چاشنی پیدا کرنے کے لئے مولانا کی زندگی کے کچھ پہلوؤں پر روشنی ڈالی جارہی ہے تاکہ نئی نسل کو اپنے اسلاف سے واقفیت حاصل ہوجائے ورنہ صورت حال یہ ہے کہ نئی نسل اپنے روشن ماضی سے ناواقف ہونے کی وجہ صحیح منزل کی تعیین کرنے میں غلطیاں کرتے جارہی ہے، اس لئے نئی نسل کا اپنے اسلاف سے رشتہ مضبوط ہونا چاہئے جس کے لئے انھیں تاریخ کا مطالعہ لازمی ہے۔ مولانا کی رحلت کسی ایک گھر ،کسی ایک گاوں کا نقصان نہیں بلکہ پورا علاقہ کوکن اس نا تلافی نقصان کو محسوس کررہا ہے، کوکن کے عظیم بزرگوں کی ایک شمع مولانا کی شکل میں موجود تھی وہ بھی بجھ گئی، مولانا ایسے لوگوں میں تھے کہ ان جیسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں، لیکن قدرت کے فیصلہ اٹل ہے جسے تسلیم کرنا بھی ضروری ہے۔

خاندانی پس منظر:

یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ انسان کی زندگی پر ماحول اور اس کے والدین کا اثر نمایاں ہوتا ہے، وہ انسان خوش نصیب ہوتا ہے جس کے لئے اللہ تعالی دینی ماحول اور دیندار خاندان کا

انتخاب فرمائے، مولانا بھی اس اعتبار سے خوش نصیب تھے کہ مولانا کا تعلق بھی علمی گھرانہ سے تھا ، کیونکہ جس زمانہ میں دین بیزاری عام تھی، دینی علوم کے حصول کا شوق شاذ ونادر لوگوں کے دلوں میں ہوتا تھا ہر جگہ لوگ اپنے اباء و جداد کے طریقوں پر عمل پیرا تھے، چاہے وہ طریقہ شرعا درست ہو یا نہ ہو اس کی کسی کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی تھی، ایسے زمانہ میں مولانا کے خاندان میں پانچ افراد کے قلوب قرآن وحدیث کے علوم سے روشن تھے، جن میں سے ایک مولانا کے حقیقی بھائی ، بہنوئی ، چچا اور خاندان کے دوسرے دو فرد قرآن وحدیث کے علوم کے حامل تھے، گویا جس خاندان میں مولانا کی پرورش ہو رہی تھی وہ علوم قرآنیہ کا منبع وسرچشمہ تھا، جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مولانا کے دل میں بھی عالم بننے کا شوق جوش مارنے لگا، چوں کہ مولانا خاندان سادات کے چشم وچراغ تھے (جن کا شجرہ حضرت فاطمہؓ تک مکمل محفوظ ہے) جس کا اثر آپ کے عادات واطوار پر بچپن ہی سے نمایاں تھا۔

پیدائش اور تعلیم:

۱۰ / اگست ۱۹۳۵ء میں شریوردھن سے قریب میندری نامی بستی میں مولانا پیدا ہوئے، آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنی ہی بستی کی سرکاری اسکول سے کیا، جس میں آپ نے چہارم جماعت تک تعلیم حاصل کی، اس کے بعد ۱۹۴۶ء میں آپ کے والد نے آپ کا داخلہ گجرات کی مشہور درسگاہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں کرایا، گویا آپ کا شمار ان بزرگان میں سے ہے جن کی دینی تعلیم کا آغاز ملک کی تقسیم سے پہلے ہو چکا تھا، بقول مولانا میں مدرسہ گیا اور ملک آزاد ہو گیا، وہاں سے باقاعدہ آپ کی دینی تعلیم کی ابتداء ہوئی، اس ادارہ میں آپ نے عربی پنجم تک تعلیم حاصل کی، اس کے بعد اگلی تعلیم کے لئے آپ نے ملک کی سب سے بڑی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کا قصد کیا اور وہاں سے آپ نے ۱۹۵۹ء میں فراغت حاصل کی، آپ کا شمار

دارالعلوم کے ممتاز طلبہ میں ہوتا تھا، آپ نے دارالعلوم میں چند ہی سال گذارے تھے لیکن اس مختصر مدت میں آپ نے بڑی محنت ولگن کے ساتھ خوب سے خوب تر استفادہ کیا، دیگر علوم پر مہارت کے ساتھ ساتھ اردو ادب آپ کا خاص موضوع تھا۔

خدمات:

آپ کی خدمات کا سلسلہ ۱۹۶۰ء میں عروس البلاد شہر ممبئی سے ہوا، آپ پرانا بنگاری پور ،ٹرافیک مارکیٹ نزد حاجی علی مسافر کی ایک مسجد میں امامت وخطابت کی ذمہ داری کے ساتھ معصوم بچوں کو قرآن کریم کے صحیح پڑھنے کی مشق کراتے ،آٹھ سال تک آپ نے یہ خدمت انجام دی، آپ نے اس دوران اپنی خدمات کو امامت وخطابت تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ بے دینی اور بدعات ورسومات کے خلاف قلمی جہاد جاری رکھنے کیلئے ''انجمن اشاعت الاسلام'' کے نام سے ایک ادارہ کی بنیاد ڈالی، جس کے تحت اصلاح وتبلیغ کا کام شروع کیا، اس ادارہ کے ماتحتی میں آپ نے وقتاً فوقتاً مختلف مضامین پر اور وقت کے تقاضہ کے مطابق اصلاحی کتابچہ شائع کئے، پھر سہ ماہی رسالہ بنام ''سفر'' شروع کیا، ایک طرف آپ اپنے قلم سے باطل کا مقابلہ کرتے تھے تو دوسری طرف آپ اپنی تقریروں کے ذریعہ امت اسلامیہ کو صحیح عقائد سے واقف کراتے اور ان کے ایمان کی بقاء وحفاظت کی فکر کرتے ،آپ کی ان قربانیوں کی بدولت ہی مذکورہ ادارہ نے بہت جلد شہرت حاصل کی اور لوگوں کے نزدیک قابل اعتماد ادارہ بن گیا، جس کے نتیجہ میں مولانا کی شخصیت نے مقبولیت حاصل کی۔

ازہر کوکن جامعہ حسینیہ میں آپ کی خدمات:

۱۹۶۴ء میں جب جامعہ ھذا کے وجود بابرکت سے شریوردھن کی زمین متبرک ہوگئی تو اس کے چار سال بعد ماہ جولائی ۱۹۶۸ء میں جب جامعہ میں شعبہ عالمیت کی ابتدا ہوئی تو مولانا

نے جامعہ میں اپنے فرائض کی انجام دہی شروع کی ، اور مسلسل چھ سال تک بانی جامعہ جناب عبدالرحیم بروڈ صاحب کے اہتمام میں بڑی محنت اور لگن کے ساتھ اس پودے کو تناور بنانے کی کوشش کی ،لیکن کچھ وجوہات کی بناء پر ماہ اگست ۱۹۷۵ء میں آپ جامعہ سے الگ ہوکر اپنے وطن میندری لوٹے اور اپنے گاوں میں امامت کے ساتھ ساتھ لوگوں کی اصلاح کی فکر کی اور گیارہ سال تک اسی فکر نے انھیں گاوں میں جکڑے رکھا،مگر اتنے طویل عرصہ کے بعد پھر جامعہ میں آپ کا بحیثیت مدرس ورود مسعود ہوا، جب دوسری مرتبہ آپ جامعہ سے منسلک ہوئے تو تین سال تک جامعہ میں تدریس سے ہی وابستہ نہیں رہے بل کہ آپ جامعہ کے ’’ناظم تعلیمات‘‘ کے ایک اہم عہدہ پر فائز رہے،اس کے بعد ۱۹۹۱ء میں آپ تعطیل کے موقع پر بلیک برن والوں کی دعوت پر لندن چلے گئے تو ان کی واپسی کے راستے مسدود ہو گئے،اللہ تعالی نے مولانا کو بیرون ملک خدمات کے لئے قبول فرمایا اور ایک طویل عرصہ تک وہاں امامت وخطابت کے عظیم فریضہ سے وابستہ رہے ،لیکن بڑھتی عمر اور بوڑھاپے کی بناء پر تقریبا دس سال قبل آپ اس ذمہ داری سے فارغ ہو گئے ،اس کے بعد کچھ مدت تک آپ اسی مسجد کے معاون سکریٹری کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے،اسی کے ساتھ اصلاح معاشرہ میں آپ کا نمایاں رول ادا کرتے رہے، خدمت خلق اور اسلامی اقدار کے تحفظ میں آپ بے مثال شہسوار مانے جاتے تھے، اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ آپ کی بڑھتی عمر کے باوجود قلم کا استعمال تصنیفات اور اصلاحی مضامین لکھنے میں خوب سے خوب تر کرتے رہتے تھے۔

جامعہ سے آپ کا تعلق:

مولانا کو جامعہ حسینیہ عربیہ سے قابل رشک محبت تھی ،اور جامعہ کی ترقی کی فکر بھی دامن گیر تھی ،اور کیوں نہ ہو اس لئے کہ اس ادارہ کو بہت قلیل مدت میں آپؒ نے بہت کچھ دیا تھا اور

اسے خوابوں کی سچی تعبیر کی شکل میں سجا رکھا تھا، کسی بھی ادارہ کی شہرت سے پہلے جو لوگ قربانیاں دیتے ہیں وہ ناقابل فراموش ہوتی ہیں، آپ نے جامعہ سے تدریسی وانتظامی علیحدگی کے بعد بھی جامعہ سے اپنا تعلق استوار رکھا اور جب بھی جامعہ پہنچتے تو اپنے ہاتھوں میں پرورش پانے والوں نونہالوں کو مسند تدریس پر دیکھتے تو بے انتہاء خوش ہوتے، اور ان اساتذہ کے ساتھ اپنائیت والا ایسا معاملہ کرتے جس کی مٹھاس کو ہمیشہ محسوس کیا جاتا، آپ کا امتیاز تھا کہ آپ جامعہ میں خدمت کے دوران ماہر اور ذی استعداد اساتذہ کو تلاش کرتے تھے، ۱۹۸۹ء میں مولانا کی لطیف نظروں نے جامعہ کے لئے بحیثیت استاذ ایک جوہر نایاب کو تلاش کیا، اس وقت جامعہ کی پہلی جمات کی فراغت کو دو سال باقی تھے اور ایک ہی سال بعد مسند شیخیت کی عظیم ذمہ داری کے لئے کسی لائق وفائق انسان کی ضرورت تھی، اللہ تعالی نے اس ضرورت کا انتظام قبل از وقت ہی کر دیا تھا، یہ جوہر نایاب مشفقی واستاذی حضرت مولانا ابراہیم صاحب کی ذات گرامی ہے، لہذا آپ کو اس منصب سے نوازا گیا اور آپ اس وقت سے لیکر فی الحال ایک طرف حدیث کی خوشہ چینی میں مشغول ہیں، تو دوسری طرف فقہ شافعی میں من جانب اللہ ایسا درک حاصل ہے کہ بلاشبہ اور بالاتفاق وہ فقیہ العصر فی الفقہ الشافعی ہیں، مولانا عبدالمنعم صاحبؒ کی سوانح مرتب کرنے والا مولانا کے اس کارنامہ کو سنہرے حروف میں مرتب کرے گا کہ جامعہ کے لئے مولانا نے مولانا ابراہیم خطیب صاحب کی شکل میں ایک زبردست تحفہ عطاء کیا تھا، جامعہ کے تعلق سے مولانا کو بہت سی اولیات حاصل ہیں، چنانچہ سب سے پہلے ناظم تعلیمات اور صدر مدرس ہونے کا شرف آپ کو ہے، آپ نے ہی سب سے پہلے جامعہ میں انجمن اصلاح الکلام کی بنیاد ڈالی، اسی طرح شعبہ خیاطی کی بنیاد آپ کے زمانہ میں پڑی، اس کے علاوہ بھی آپ کو دیگر اولیات حاصل ہیں۔

تصنیفی خدمات:

اللہ تعالی نے مولانا کو تصنیفی شوق ہی عطا نہیں فرمایا بل کہ لکھنے کا نرالا انداز اور اپنی بات کو قلم کے ذریعہ مخاطب کے دل میں اتارنے کا بہترین ملکہ عطا فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ مولانا نے اپنی زندگی میں متعدد کتابیں تالیف فرمائی، جو پورے کوکن ہی میں نہیں بل کہ ملک کے باہر جہاں پر بھی کوکنی حضرات مقیم ہیں مشہور ہوئی اور امید سے زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھی گئ، مولانا کی تصنیفات میں اکثر کتابیں امت کے اتحاد کو انتشار میں تبدیل کرنے والوں کے متعلق اور ائمہ اربعہ کے مسالک کے منکرین کے رد میں ہیں ان کتابوں کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

۱۔تعلیم الدین، یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے،مولانا نے اس کتاب کے پہلے حصہ میں سوال جواب کے انداز میں عقائد بعث بعد الموت کے متعلق امور کو مکاتب کے طلبہ کو سامنے رکھ کر ترتیب دی ہے، اور دوسرے اور تیسرے حصہ میں طہاررت، عبادت، وغیرہ ابواب پر اسکولی طلبہ کو ہی سامنے رکھ کر مختصرا بحث کی ہے اور ہر سبق کے آخر میں سوالات قائم کئے ہیں تاکہ سبق کے حفظ میں آسانی ہو سکے۔

۲۔اہل حدیث بھائیوں سے کچھ باتیں،اس کتاب میں مولانا نے تقلید پر اور ائمہ اربعہ پر اعتراض کرنے والوں سے کچھ علمی وعقلی انداز میں گفتگو کی ہے اور ان کو حقیقت سے آشنا کرانے کی کوشش کی ہے۔

۳۔تقلید حرام نہیں بل کہ واجب ہے،اس کتاب میں تقلید کو حرام کہنے والے بھائیوں کو دلائل کے ساتھ یہ بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ تقلید حرام نہیں بل کہ تقلید کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

۴۔تقلید اور تراویح، تراویح کی رکعتوں کے مختلف فیہ مسئلہ کو مفصل اور مدلل انداز میں

پیش کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ تقلید کے متعلق بحث کی ہے۔

۵۔تحریکِ ترکِ تقلید تاریخ کی روشنی میں، یہ کتاب زیورطبع سے آراستہ ہوچکی ہے، یہ کتاب اس وقت کی اہم ضرورت ہے۔

۶۔مناظرہ، اس کتاب میں سوال جواب کے انداز میں غیر مقلد بھائیوں سے مولانا نے کتابی مناظرہ کیا ہے، اور اس نکتہ پر بحث کی ہے کہ قرآن کریم میں اولی الامر سے مراد ائمہ اربعہ ہی ہیں۔

۷۔امت کے قائد ائمہ اربعہ، یہ کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہے بایں وجہ کہ اس کتاب میں یہ بتلایا گیا کہ ائمہ اربعہ رسول اللہ اور صحابہ وتابعین کے بعد امت کے قائد ہیں، انھیں حضرات نے اسلام کے دستور وآئین کو مرتب کیا ہے۔

۸۔الامام الشافعی، یہ کتاب امام شافعیؒ کے سوانح پر مشتمل ہے۔

۹۔خطبات جمعہ (اردو)، علامہ ابن حجر عسقلانی کے خطبوں کو مولانا اس کتاب میں جمع کیا ہے، یہ کتاب ترجمہ کے ساتھ فیض القرآن کالستہ کی نگرانی میں شائع ہوکر مقبول ہوچکی ہے۔

۱۰۔کوکن والو جاگو جاگتے رہو، یہ کتاب بھی طبع شدہ ہے، جسے عوام میں بڑی مقبولیت حاصل ہے۔

اس کے علاوہ آپ کے مسلسل مضامین کوکن کی آواز، الھادی، ادراک جدید وغیرہ اخبارات ورسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں، آپ کے ان قلمی رشحات کو مکتبۃ النظیر (یوکے) کے صدر مولانا داود ہرنیکر صاحب کتابی شکل دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں، اللہ تعالی مولانا کی مغفرت فرمائے، اور آپ کی قلمی شہ پاروں سے امت کو مزید فائدہ پہنچائے۔

۱۱۔روشنی کی طرف: یہ کتاب مختلف موضوعات پر لکھے گئے مضامین ومقالات کا مجموعہ

ہے ،جن میں قرآن کریم کی آیات واحادیث نبویہ کی روشنی میں ایک طرف اللہ کی قدرت کی نشانیوں کا نقشہ کھینچا ہےتو دوسری طرف سائنس اور جغرافی معلومات کو پیش کر کے اللہ کی عظمت وکبریائی کو بہت ہی نرالے اور اچھوتے انداز میں بیان فرمایا ہے،ان مضامین میں مولانا کے طویل اور وسیع تجربہ کا بھی بہت بڑا دخل ہے،اس لئے کہ مولانا کی پوری زندگی قرآن وحدیث سے خوشہ چینی میں ہی گذری ہے، بسا اوقات مولانا نے دلائل سے جو استدلالات پیش کئے ہیں وہ آپ کے طویل کی غمازی کرر ہے ہیں،آپ نے چوں کہ ایک طویل مدت تک امامت وخطابت کی ذمہ داری بھی نبھائی ہے جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ آپ کو مختلف قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑا ہوگا اس عرصہ میں امت کے حالات کا آپ نے گہرائی سے جائزہ لیا اور امت کی ضرورت اور علاج پر غور کیا، یہی فکراور امت کے تئیں آپ کے جو احساسات تھےان کو آپ نے صفحات پر بکھیر دیا ہے۔

مولانا نے اپنی زندگی میں صدقہ جاریہ کے طور پران کتابوں کو چھوڑ کر گئے ہیں،امید ہی نہیں بلکہ غالب گمان ہے کہ ان شاء اللہ اس صدقہ جاریہ کی برکت سے اللہ تعالی نے مولانا کے ساتھ اپنا فضل فرمایا ہوگا، ہم سب ابناء جامعہ کی یہ دعا ہے کہ اے اللہ مولانا کے ساتھ بخشش اور درگذر کا معاملہ فرما،اوران کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرما۔

سادات کا ایک اور چشم چراغ بجھ گیا

وفات حسرت آیات مولانا سید عبد المنعم نظیر رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ندیم سید ظہور نظیر مساعد امام مقیم قطر

تعارف خاندان وبستی میندری:

جیسا کہ تقریباً علاقہ والے جانتے ہیں کہ مولانا سید عبد المنعمؒ کا تعلق سادات خاندان سے ہے، اس خاندان کی تاریخی حیثیت کچھ اس طرح ہے کہ آج سے تقریبا 400 سال قبل سن تاریخ میں اختلاف ہے (بعض مخطوطات سے سن عیسوی 1600 کے بعد کا ذکر ہے) میں جد امجد سید علی نظیر معروف باسم سید حبیب علی نظیر سرزمین یمن کے علاقہ حضر موت میں موجود قصبہ تریم سے دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کے سلسلے میں ہندوستان کے شہر بیجاپور تشریف لائے، اسی طرح نظیری خاندان کا تذکرہ کتاب شمس الظہیرہ (تالیف السید الشریف عبدالرحمن بن محمد) میں بھی مذکور ہے۔

حضرت کے اخلاق وعلم کا چرچا زیادہ دن پوشیدہ نہ رہ سکا، چونکہ اس زمانہ میں اہل علم کو بادشاہ بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے، چنانچہ عادل شاہ کے دور سلطنت کے سردار یاقوت خان اور خیریت خان حلقہ بیعت ہوئے اور حضرت کو اپنے ساتھ ریاست حبشان (کوکن) لے آئے، موصوف کو سردار رزم وبزم ہر وقت ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے، اسی اثناء میں سینھ گڑھ کا معرکہ پیش آیا، جس میں سید موصوف سردار کے ساتھ میدان جنگ میں اللہ کے بارگاہ دست دعا دراز کئے ہوئے تھے، بالآخر جنگ میں فتح نصیب ہوئی اور حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے خوش ہو کر سردار کو دہلی بلوایا، اور اس سفر میں بھی سردار خیریت خان نے اپنے مرشد کو

اپنے ساتھ لیا، اورشہنشاہ اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر سید حبیب علی نظیر کو بارہ گاؤں کی جاگیرنذرانہ کے طور پر عنایت فرمائی، جس میں سے ایک میندری گاؤں ہے، حضرت کا وصال سن عیسوی 1639 مطابق سن ہجری 1049 میں ہوااوروہی سرداران حبشان کے مزاروں کے ساتھ مقام کھوکری نزدراجپوری گاؤں میں آپ کو دفن کیا گیا، آپ کی اولاد میں سے پانچویں پشت میں سید عمر صاحب نظیر ہیں، جنھوں نے میندری میں اقامت اختیار کی، اس وقت مسلمانوں کی آبادی پہاڑی کے دامن میں تھی، لیکن کچھ مدت بعد کسی وبا کی وجہ سے نقل مکانی ہوئی، فی الحال جو مسلمانوں کی بستی ہے یہ وبا کے بعد آباد ہوئی، لیکن افسوس اس وقت سے آج تک ماضی کی زمین دوبارہ آباد نا ہوسکی، اوراہل میندری اپنے پرکھوں کا قبرستان اور مسجد غیروں کے رحم وکرم پر چھوڑآئے، اوراملاک کچھ اپنوں نے اور غیروں نے مال غنیمت سمجھ کر قبضہ جمالیا، اس وقت یہ خاندان چارسو افراد پر مشتمل تھا اور اب ملک اور دنیا کے مختلف علاقوں میں پھیل چکا، قابل ذکر افریقہ مورشیس، پاکستان، برطانیہ، دارالسلام ہیں،

مشک آں است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

یقیناً مولانا کی ذات گرامی کچھ ایسی ہی ہے، کہ ہمارے الفاظ حضرت کی زندگی بیان کرنے تعارف کے محتاج نہیں، لیکن ازراہ برکت کچھ یادیں کچھ باتیں پیش کرنے کی جسارت کروں گا، اور بھی حضرات جن سے مولانا کا تعلق ہے لکھیں گے، اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے اسلاف کا کچھ حصہ نصیب فرمائے۔

سرزمین میندری کو کن علاقہ کی معروف بستی ہے، اوراس کی یہ شہرت اس میں بسنے والے ان نفوس قدسیہ کی بناء پر ہے، جو اپنے اندر کمالات ظاہریہ وباطنیہ لئے ہوئے تھے، اس سے قبل مضمون میں حضرت مولانا کے جدامجد کا تعارف کیا تھا، لیکن اس تعارف میں ایک کڑی رہ گئی

تھی، جد امجد سید حبیب علي نظیر صاحب کی جب یمن سے بیجاپور آمد ہوئی تو ان کے ساتھ انکے دو بھائی بھی اس سرزمین پر اپنی خدمات پیش کرنے آئے تھے، جن میں سے ایک نے سورت گجرات کو اپنی محنت کا مرکز بنایا (لیکن تاریخی کتاب سے اس کی سند نہیں مل پائی) آج بھی سورت میں سید پورہ نامی بستی آباد ہے، اوردوسرے بھائی سید احمد نظیر جو اکابرین سادات ومشائخ کاملین دکن میں سے ہیں، آپ کے علم سے ہزاروں طلباء نے اپنے علم کی پیاس بجھائی، سن جری 1069 میں اپنے مالک حقیقی سے جاملے، آپ بیجاپور بیرون حصار مدفون ہے، مأخوذ (تذکرۃ الانساب ومشاہیر سادات)، عزیزم محمد ثاقب جو مولانا کے بھتیجے اور مولانا علی احمد صاحب کے صاحب زادہ اور شجرہ سادات پر محنت کرنے والے، اپنے حیدرآباد کے سفر واپسی پر بتلایا کہ سادات کو پرانے لوگ حبائب کہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جد امجد کے نام کے شروع میں اشارہ وبرکت کیلئے سید حبیب لکھا جاتا ہے،) یہ مولانا کے جدامجد کی ہند میں آمد کا ہلکا سا پس منظر تھا،

سرزمین میندری کا تعارف:

میندری گاؤں اس خاندان کوشہنشاہ اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے انعام میں ملی ہوئی جاگیر ہے، ناچیز نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، اپنے بڑوں سے اوراطراف کے پرانے لوگوں سے بستی کی تین شخصیات کا تذکرہ بارہا سنا ہے، جن میں سرفہرست سید علی میاں نظیر سابق امام وخطیب میندری اوراطراف کے بارہ بستیوں کے حکم (جج) اوردوسرے سید کمال الدین نظیر گاؤں کے ذمہ دار اور بارعب علمی شخصیت اور تیسرے سید عمادالدین نظیر متولی مسجد بڑے ہی اصول پسند اتنے اصول پسند کہ انہیں بستی کے کچھ کوتاہ نظر لوگوں سے اختلاف رہا، سید عمادالدین نظیر موصوف سادہ طبیعت بدعات وخرافات کے سخت خلاف، اورتہجد گذار تھے، ان حضرات کی ہیبت وعظمت کا یہ عالم تھا کہ کوئی بھی بستی میں آنے والا بغیر ٹوپی کے نہیں آتا۔

سید عماد الدین نظیر سے چھ فرزند ہیں، جن میں سے ایک استاد محترم مولانا سید عبد المنعم صاحب تھے، قابل ذکر مولانا عبد المنعم صاحب کے ایک اور بھائی بھی عالم دین تھے، جو بمبئی میں مقیم رہے، جسکی بناء پر بہت کم ہی لوگ انہیں جانتے ہیں، جن کا نام سید احمد علی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، عربی زبان اور خوشخطی میں ماہر تھے، آپ کی قابلیت سے متاثر ہو کر سعودی شیخ نے انہیں کعبہ کے غلاف کا ٹکڑا انذرانہ کے طور پر پیش کیا تھا، مولانا علی احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھائی مولانا سید عبد المنعم صاحب کی بہت زیادہ عزت کیا کرتے تھے، قابل ذکر مولانا عبد المنعم صاحب کی پیدائش سن عیسوی 1935 میں ہوئی، مولانا موصوف بچپن ہی سے سادگی پسند تھے، عصری تعلیم گاؤں کی اسکول ہی میں ہوئی، چونکہ گھر میں دین کا ماحول تھا جس نے مولانا کے حصول علم کے جذبہ کو تحریک دی، اور حضرت نے اپنی علمی سفر کا آغاز سن عیسوی 1946 میں گجرات کی معروف درسگاہ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل سے کیا، گویا آزادی سے پہلے، بقول مولانا میں مدرسہ گیا اور ملک آزاد ہوا، عربی پنجم تک تعلیم گجرات سے مکمل کر کے ام المدارس فی الہند دیوبند کا رخ کیا، جہاں وقت کے بڑے مشائخ سے کسب فیض کیا، جن میں قابل ذکر جنگ آزادی کے سرخیل حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا فخر الدین صاحب رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ ہیں، سن عیسوی 1959 میں تعلیم سے فراغت حاصل کی، اور آپ فکر قاسمی اور جزبۂ حسینی سے سرشار امت کے معمار بن کر نکلے، اور زمانہ نے دیکھا کہ موصوف کی پوری زندگی اپنے بعد والوں کیلئے مشعل راہ ہے، میرے اپنے زمانہ طالب علمی کے وقت گجرات میں مولانا کے بعض ساتھیوں سے ملاقات ہوئی، جنھوں نے مولانا کی درسی قابلیت اور درسگاہ میں دیگر ساتھیوں کے مقابلہ میں غیر معمولی فراست کا تذکرہ کیا، سن عیسوی 1960 میں عروس البلاد بمبئی سے اپنی خدمات کا آغاز کیا اور امامت و خطابت کی خدمات انجام دی، جہاں آپ قوم کے ننھے معصوم بچوں کو قرآن پڑھاتے وہیں آپ قوم کے نوجوانوں کے عقائد درست

فرماتے، اور لکھنے کا شوق قدرت کی طرف سے موہوب تھا ہی، لہذا ''انجمن اشاعت الاسلام'' ادارہ کی بنیاد ڈالی اور سہ ماہی رسالہ بنام ''سفر'' کا اجراء کیا، فراغت کے بعد یہ خدمات مولانا کے قوم وملت کیلئے دینی فکر کی غمازی کرتی ہیں، 5مئ سن عیسوی 1964 قریب کی بستی وروڈھنہ میں جناب سید سیف الدین قادری کی دختر سے نکاح طے ہوا، الحمدللہ مولانا کہ شریک حیات بھی مولانا کی طرح سنجیدہ مزاج، سادہ طبیعت، کم سخن بقدر ضرورت گفتگو کرنے والی نیک مزاج تھی، اور مولانا بھی انکے کیلئے حدیث پاک ''خیر کم خیر کم لأهله'' ترجمہ (تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والی کیلئے بہتر ہے) کی عملی تفسیر تھے، اسکے بعد سن عیسوی 1968 سے 1975 مدرسہ حسینیہ میں آپ نے نظامت اور تدریسی خدمات انجام دی، اس کے بعد اپنی بستی میندری کی خدمت کا رخ کیا اور سن 1975 تا 1988 گاؤں میں امامت ومکتب کی خدمات انجام دی، پھر دوبارہ مدرسہ حسینیہ عربیہ شریوردھن کا رخ کیا، چند سالوں تک اپنی خداداد صلاحیت سے تعلیم کے نظام کو مستحکم بنایا، شعبۂ عالمیت کی بنیاد رکھنے میں آپ کا کلیدی کردار رہا، نیز درسی خدمات بھی انجام دی، مولانا کو بچوں سے بڑی شفقت تھی، چند ساتھیوں کی زبانی سنا تھا کہ مولانا تعلیم کے ساتھ ساتھ طلباء کی صحت کے بھی فکرمند تھے، لہذا فجر کے بعد طلباء کو ہلکی پھلکی ورزش بھی کرایا کرتے تھے، مدرسہ میں استاد محترم مولانا علی میاں صاحب آپ کے خاص تھے، سادگی اور صاف گوئی میں تقریباً مزاج یکساں تھے، مولانا موصوف آپ ہی کے کمرہ میں رہتے تھے، مولانا علی میاں صاحب کی زبانی بندہ نے خود سنا کہ مولانا اپنی ذاتی خدمات کسی سے نہیں لیتے تھے، یہاں تک کہ طہارت خانہ کی صفائی کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں فرماتے تھے، اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہیں دیتے تھے،

أولئك أبائي فجئني بمثلهم

اذا جمعتنا يا جرير المجامع

مولانا اپنے بزرگوں کی بہت عزت کیا کرتے تھے، مولانا شوکت صاحبؒ کی موجودگی میں کسی مسئلہ پر بحث ہو رہی ہو تو مولانا شوکت صاحب کی رائے کو ترجیح دیتے تھے، ویسے ذکراللہ کی مجلسیں، اور رمضان میں قران کے حلقہ اور ماہ رمضان کے الوداعی اشعار، سادات خاندان کی مباح روایتوں کے بارے میں مولانا عبدالرزاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ زیادہ غالب تھا، اسی طرح بدعت اور رسم ورواج کے خلاف تھے،

درجنوں کتابیں لکھی لیکن جنھوں نے مولانا کی کتاب پڑھی ہیں، یا مولانا کی تقریر سنیں، وہ ان کے سادہ مزاج، تکلف سے عاری اور تصنع سے کوسوں دور اوصاف کا اندازہ کر سکتے ہیں، کتاب ہمیشہ صاحب کتاب کی فطرت کا پتہ دیتی ہے، دنیا سے بے رغبتی کئی لوگوں کو مولانا کے لندن امامت کے سفر پر اعتراض رہا تھا۔ لیکن مولانا کا یہ فیصلہ اپنی یا اولاد کی دنیا چمکانے، یا وہاں کی دولت سمیٹنے کے لیے نہیں تھا، بلکہ وہاں موجودہ کوکنی برادری کی دینی ضرورت اور مسجد کے نازک احوال کے پیش نظر تھا، سر زمین لندن جہاں اقامت کو بعض لوگ دنیا کی فانی زندگی کی کامیابی کی معراج سمجھتے ہیں، لیکن اس اللہ والے پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ یہ وہاں رہ کر صرف اپنے مقصد پر قائم رہا، وہاں کی دولت کی گرمی سے جہاں اپنے دامن کو بے داغ رکھا، وہیں اپنی اولاد کو بھی دور رکھا، اور اولاد کو" واللہ یتولی الصالحین" (اللہ نیک لوگوں کا ذمہ دار ہے) اور" واللہ ولي المتقين" کا درس دیا، راقم الحروف کو 2008 میں لندن جانے کا اتفاق ہوا تھا، تو مولانا کی ملاقات ہوئی، جب تک اس علاقہ میں رہا مولانا کی مسجد میں نماز ادا کرتا رہا، اور حضرت سے ملاقاتیں بھی ہوتی رہی، کیا عرب اور کیا عجم ہر کوئی مولانا کے صفات عالیہ اور اخلاق حمیدہ سے مرعوب تھا، اور آپ کے آستانہ پر دعاء کرانے کیلئے حاضر ہوتا، مسجد باوجود اپنی وسعت کے مصلیوں کی کثرت کی بناء پر اپنی تنگ دامنی کی شکایت کرتی تھی، بندہ ناچیز عید الفطر

کے موقع پر وہاں موجود تھا، تقریباً چار جماعتیں عید کی نماز ادا کی گئی، ہر جماعت میں دو ہزار سے زائد لوگ تھے۔ اس وقت ناچیز کو بھی عید کی ایک جماعت کی امامت اور خطبہ دینے کا شرف نصیب ہوا، اور خطبہ بھی حضرت مولانا کا تیار کردہ تھا۔

عرب کو نہیں رب کو پکڑو:

ایک موقعہ پر ملاقات کے دوران لندن میں کسی علاقہ میں مسجد کی ضرورت تھی، اور کوئی گرجا فروخت ہورہا تھا، جس کی قیمت بہت زیادہ تھی، مجلس میں کسی نے کہا، مولانا کسی عرب کو پکڑو، مولاناؒ نے برجستہ فرمایا ہم تو رب کو پکڑتے ہیں، وہ سارے مسائل حل کرنے والا ہے مخاطب اپنی بات پر شرمندہ ہوگیا، لندن سے کوئی رشتہ دار آتا تو مولانا کے بیان کی ریکارڈ کیسیٹ ضرور لاتا، مولانا اپنے کمرہ سے وعظ و نصیحت فرماتے تھے، جس سے گھروں کی مستورات بھی فائدہ اٹھاتی تھی، اس کے علاوہ کسی کو اسلام میں داخل ہونا ہے (کئی لوگ آپ کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے ہے) نیز معاشرتی و دینی مسائل، ساری ذمہ داری آپ کے ذمہ تھی، گویا کہ اہل کوکن کیلئے آپ کی حیثیت ایک مشفق والد جیسی تھی، ہر کوئی آپ سے مشورہ کرتا تھا۔

سرزمین لندن میں موصوف کے کافی تعلقات والے اور رشتہ دار بھی موجود تھے، لیکن سب سے زیادہ محبت کرنے والے جنھیں میں جانتا ہوں وہ سید ابراہیم نظیر تھے، مولانا کے خاص چاہنے والوں میں تھے، حال ہی میں موصوف بھی ماہ رمضان سے کچھ روز قبل اللہ کو پیارے ہوگئے، اللہ انکی مغفرت فرمائے، درجات کو بلند فرمائے۔ آمین

موصوف کے اکثر اوقات مولانا کے ساتھ گذرتے، سردیوں کے ایام میں ظہر سے عشاء تک مولانا کے ساتھ ہوتے اور دوپہر کا کھانا حضرت مولانا کے دست مبارک سے بنا ہوا نوش

فرماتے، اور جمعہ کے روز اپنے گھر سے کھانا بنوا کر لیجاتے اور مولانا کے ساتھ ہی تناول فرماتے، کئی سالوں تک یہ سلسلہ جاری رہا، مولانا اپنا کھانا خود بنواتے تھے، (سید ابراہیم نظیر ناچیز کے رشتہ میں خالو اور اس نظیر خاندان سے ہے جن کا تعلق سورت سے تھا جس کا تعارف سادات میں گذرا) اہل میندری انکو سورتی نظیری کہتے ہیں، یہ خاندان افریقہ، لندن، کینیا بمباسہ، میندری، کڑ گاؤں میں آباد ہیں۔

ویسے لندن کی خدمات سے مولانا داؤد ہرنیکر اوراستاذالاساتذہ حضرت مولانا عبدالسلام صاحب زیادہ واقف ہیں، لندن میں کوئی دینی پروگرام کرنا ہو یا اور کوئی خدمات کرنی ہو دونوں حضرات ہمیشہ مولانا کے ساتھ رہتے اور حضرت مولانا کی تقریر وتحریر کو محفوظ کرتے، میرے عالمیت کے زمانہ میں رمضان میں چھٹی پر آئے ہوئے تھے، اس وقت بندہ نے حضرت مولانا سے عمدۃ السالک پڑھی تھی، جس سے مولانا کے طرز تعلیم کا بھی پتہ چلا، مولانا حل عبارت، اور مختصر انداز میں تشریح کرکے طالب علم کو مطمئن کرنے میں ماہر تھے، رمضان المبارک میں تراویح میں پڑھے جانے والی آیات کی تفسیر بیان کرتے تھے، اور اکثر بیان میں آیات عذاب پر آبدیدہ ہوکر آواز بند ہوجاتی، اور ہچکی بند جاتی، خوف خدا، خوف آخرت کا غلبہ ہمیشہ رہتا، بیان میں مثال دیکر بات سمجھاتے، فرماتے بندہ کیلئے اللہ سے بات کرنا آسان ہے، جب بندہ اللہ کے دیئے ہوئے نمبروں کو ڈائل کرے گا، تو وہ اللہ سے بات کرے گا اور وہ نمبر کیا ہے 24434 پانچ وقت کی نماز، فجر ظہر، عصر، مغرب عشاء، اگر نمبر کم ہو تو بات نہیں ہوگی، ہر مسلمان کو چاہیے کہ اللہ کے دیئے گئے نمبر کو روزانہ ڈائل کرے،

خیر لندن سے واپسی کے بعد کی زندگی کا بھی مشاہدہ ہوا، زندگی اسی سادگی پر قائم تھی جو پہلے تھی، نا مکان عالی نا پوشاک شاہی، مقصد پورا کرکے اپنے گھر آ گئے،

مولانا اپنے بعد چار بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑ گئے، وہ تمام نیک صفت، مولانا ہی کی طرح سادہ مزاج، سادگی تو گویا انہیں وراثت میں ملی ہو، تمام اولاد خرافات سے دور اور نیک صفت، گاؤں کی خدمات ہو یا کسی کی مدد ہمیشہ پیش پیش رہتے، سب سے چھوٹے بیٹے میرے ہم درس بھائی عبد الصمد مولانا کے خاص لاڈلے تھے، اور آخری وقت میں مولانا کی خدمت بھی انہیں کے حصہ میں آئی، اللہ تمام اولاد کو صبر دے، آمین

نکاح:

مولانا نے اپنی اولاد کا نکاح بھی بالکل سادگی سے کیا، فرمایا کرتے تھے، شادی کو نکتے نکال کر کیا کروں یعنی سادی، اور خود مولانا کے والد مرحوم سید عماد الدین نظیر نے بھی اپنی دو اولاد کا نکاح محض شربت نوشی پر کیا تھا، ہم اپنی ناقص معلومات کو کیا بیان کرے مولانا کی زندگی سب کے سامنے کھلی کتاب ہے، مولانا کی تالیف ''جاگوں اور جاگتے رہو'' اس کے الفاظ اہل کوکن کو روح کی گہرائیوں سے ندا لگا رہے ہے ''إني لكم ناصح أمين'' جو باشندگان کوکن سے سوال کرتی ہے ''أليس منكم رجل رشيد''

محبین:

وہ عطر دان سا لہجہ مرے بزرگوں کا
رچی بسی ہوئی اردو زبان کی خوشبو

جہاں تک مولانا سے تعلق اور محبت کی بات ہے تو علاقہ کہ تقریباً تمام لوگ مولانا کو سر آنکھوں پر بٹھاتے تھے، لیکن ناچیز کے کوتاہ علم میں قابلِ ذکر شخصیات میں مرحوم مولانا سعید ابارےؒ ہمیشہ مہسلہ کے سابق امام مولانا عبد الخالق صاحب مع والد محترم سید ظہور نظیر اور دیگر رفقاء کہ مولانا کی زیارت وملاقات کے لئے تشریف لاتے تھے،

اسی طرح مہتمم جامعہ مولانا امان اللہؒ، مولانا علی میاں فقیہ ناظم تعلیمات، مفتی نذیر صاحب صدر مفتی جامعہ، جناب عبدالسلام ملاک سیکرٹری جامعہ حسینیہ شریوردھن اور دیگر اساتذہ کی بھی آمد ہوتی تھی، اسی طرح مولانا کے شاگرد خاص میرے استاد محترم، سابق مہتمم مدرسہ اشرفیہ توڑیل مولانا داؤد صاحب بھی حضرت کو اپنے ساتھ مدرسہ لیجاتے،

ہاں! مگر محترم المقام حضرت قاری داؤد کودے صاحب، مہتمم مدرسہ فیض القران کالستہ کی جو عقیدت اور محبت آپ کے ساتھ کرتے تھے وہ اپنی مثال آپ تھی، آنجناب کے عقیدت واحترام کو جب بھی دیکھتا تو مجھے یہ مصرعہ یاد آتا۔

روایتوں کا بہت احترام کرتے ہیں

جب بھی مولانا لندن سے میندری تعطیل پہ آتے، تو حضرت قاری صاحب مستقل گاڑی لیکر آتے اور مولانا کو اپنے ساتھ لیجاتے اور کچھ روز کالستہ مدرسہ میں قیام کراتے اور اپنی خدمات پیش کرتے، اور مدرسہ کے امور میں مشورہ لیتے، اور انکے تجربات سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

ویسے برطانیہ میں حضرت کے علمی اثاثے کے پاسبان وامین اور حضرت مولاناؒ سے ہردم تعلق رکھنے والوں میں رفیق محترم مولانا داؤد صاحب ہرنیکر (امام وخطیب کوڑک اسٹیٹ لیسٹر) اور محترم المقام حضرت مولانا عبدالسلام صاحب (استاد حدیث لندن) حافظ سعید حدادی (ولد مولانا بشیر صاحب سابق استاذ مدرسہ عربیہ شریوردھن) بھی قابل ذکر ہیں، اسی طرح فی الحال گاؤں میں سب سے زیادہ قریب جناب سید مظفر نظیر صاحب ہے، (مقیم دوحہ قطر) جو بڑے ہی علماء کے قدردان ہے، اپنے میندری کے سفر میں اکثر مولانا کو اپنے گھر لاتے اور صبح سے شام تک اپنے پاس رکھتے، جس سے مولانا کی طبیعت میں بھی تبدیلی محسوس ہوتی تھی، اور موصوف کو بھی روحانی سکون ملتا، ویسے موصوف میں یہ وصفِ خاص ہے کہ اللہ والوں

سے اور علماء سے ایک خاص لگاؤ ہے۔ ’’یک زمانہ صحبت با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت‘‘ (بے ریا اللہ کے ولی کی صحبت کے چند لمحے سو سال کی بے ریا عبادت سے بھی بہتر ہے)۔

اور میں کیسے فراموش کرسکتا ہوں فخر کوکن مولانا سید شوکت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو، حضرت کو بھی جامعہ حسینیہ سے بے انتہا لگاؤ، تھا، ممبئی سے گھر آنے پر پہلے کبھی کبھار سید ھے مدرسہ کا رخ کرتے، خود فرمایا کرتے تھے کہ میری روح کو جو سکون جامعہ حسینیہ کے طلباء واُساتذہ کو دیکھ کر ملتا وہ مجھے دوسری جگہ نہیں ملتا، مدرسہ کے طلباء واُساتذہ کی تکلیف انکے لئے اپنے اولاد کی تکلیف جیسی تھی، اللہ انکی قبر پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائے،

2004 میں فراغت کے وقت جمعہ کے روز رقت آمیز وعظ فرمایا، اور فرمایا پورے پچاس سال بعد سرزمین میندری سے حفاظ وعلماء کا سلسلہ جاری ہوا، اللہ ہم تمام بعد والوں کو ان بزرگان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، بڑے ہی پرجلال اور حاضر جواب تھے، مولانا کے انتقال کے بعد علاقہ کے اور سادات خاندان کے بزرگوں میں آخری مولانا سید عبدالمنعم نظیر رحمۃ اللہ علیہ تھے، حضرت بھی مدارس ومکاتب کے باب میں ہمیشہ فکرمند رہتے، مدرسہ الفلاح وڈولی کا آغاز آپ ہی کی سرپرستی میں ہوا، کبھی کبھار مولانا سے ملاقات کیلئے گھر جانا ہوتا تھا، (ویسے علمی تعلق کے ساتھ ساتھ مولانا میرے پھوپی زاد بھائی تھے) مولانا موصوف مدرسین کو ہمیشہ باوقار رہنے کی نصیحت فرماتے، ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھے ناپسند ہیکہ اساتذہ کو طلباء کا نگران بنایا جائے، اساتذہ انتظامی امور سے اور نگرانی والے معاملات سے جتنا دور رہے بہتر ہے، ان معاملات میں پڑنے سے طلباء کے دلوں میں استاد کا جو احترام ہوتا ہے، وہ مجروح ہوتا ہے، علمی مشوروں کے ساتھ ساتھ تقوی وتوکل میں بھی مثالی تھے، ناچیز اپنے دوحہ قطر امامت کے انٹرویو کے سلسلے میں مذبذب تھا، رات دیر سے اس سلسلے میں مولانا سے مشورہ کیلئے

گیا، چونکہ مولانا میرے حالات سے خاصے واقف تھے، اسلئے یہ کہکر اجازت دے دی کہ ضروری نہیں کہ آپ انٹرویو دواور قطر چلے جاؤ، انٹرویو میں کافی علماء ہوگے، اگر آپ کا رزق اللہ نے قطر میں لکھا ہے تو آپ ضرور جائیں گے، چنانچہ دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا تھا۔

کئی ستاروں کو میں جانتا ہوں بچپن سے
جہاں بھی جاؤں میرے ساتھ چلتے ہیں

اور واقعتاً حضرت کی بات صادق آئی، انٹرویو کچھ تسلی بخش نہیں تھا، لیکن رزق قطر میں لکھا تھا، باوجود اچھی صلاحیت رکھنے والوں کو ناکام دیکھا، جن کا رزق ہند میں مقدر تھا-وماتدري نفس ماذاتکسب غداً

ایک عظیم عالم اور باوقار سیّد کی وفات

مولانا سیّد عبدالمنعم نظیر صاحب الٰی رحمۃ اللہ: ایک شخص خطہء کوکن کو ویران کر گیا

ازقلم: مولانا سمیع اللہ خان

صحافی، تجزیہ نگار، سوشل ایکٹوسٹ جنرل سیکریٹری: کاروان امن وانصاف

ابھی بھی میرے لئے ناقابل یقین ہے کہ سرخیلِ علمائے کوکن مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحب کا سایہء شفقت ہمارے سر سے اٹھ گیا ہے، مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحبؒ رائے گڑھ ضلع کے میندری میں واقع سادات کے گھرانے سے تھے، یہ نظیری سادات خطہ کوکن کے محسنین میں سے ہیں ان کی خدمات چاروں طرف منور ہیں، مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحب شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے تلامذہ میں سے تھے، مولانا مرحوم جامع مسجد بمبئی کے سابق امام و خطیب اور مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ کے خلیفہ مولانا شوکت علی نظیر صاحبؒ کے رشتے دار بھائی تھے، مولانا سید عبدالمنعم نظیر خطہء کوکن کے ان عظمائے اسلام میں سے تھے جن کی پیہم مشقت، جدوجہد اور خلوص نے ایک پورے خطے کو دینی تعلیمات سے منور کرنے میں بڑا کردار ادا کیا، مولانا مرحوم کوکن کے قدیم دینی ادارہ جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن کی بنیادوں کو مضبوط کرنے والے اور اس میں اپنا خونِ جگر لگانے والے محسنینِ جامعہ کی فہرست میں ہیں۔

شریوردھن کا یہ جامعہ خطۂ کوکن کے مسلمانوں کی دینی رہنمائی کرتا ہے اور اسی طرح فقہ شافعی کی معتبر دانشگاہ ہے، مولانا سید عبدالمنعم نظیر جامعہ کے ابتدائی عہد میں ناظم تعلیمات، صدر المدرسین اور یہاں کے مربی تھے، جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن کے طلباء وفضلاء اپنے اس اولین عہد کے معمار کو فراموش نہیں کرسکتے، جامعہ حسینیہ کی تاریخ مولانا عبدالمنعم نظیرؒ کے ساتھ مکمل ہوتی

ہے، مولانا مرحوم نے ممبئی شہر میں بھی قیمتی دینی خدمات انجام دیں، مولانا مرحوم نے کوکن کے عوام میں دینی بیداری اور کوکن میں باصلاحیت اور ہونہار علماء کی فراہمی کے لئے دن رات محنتیں کیں، مولانا کی لکھی ہوئی ''تعلیم الدین'' فقہ شافعی کی بنیادی کتاب ہے جو ہر شافعی گھرانے میں بچوں کو یاد کرائی جاتی ہے، جس دور میں مولانا مرحوم نے یہ کتاب لکھی ہے اس حساب سے دیکھا جائے تو یہ کتاب نہیں ایک کارنامہ ہے، اس کتاب میں خلوص کی روحانیت ہے، بچپن میں ہی اس کو پڑھنا ایک نیک بنیاد ہے۔

علاوہ ازیں مولانا مرحوم نے بیرون ملک لندن میں بھی ایک عرصے تک نہایت خلوص و لگن کے ساتھ اسلامی خدمات انجام دیں، یہ مولانا کی اسلام اور مسلمانوں کے لئے دینی تعلیمی خدمات کی ایک جھلکی ہے، اس جفاکش زندگی کی تفصیل کو دفتر درکار ہے، مولانا مرحوم اپنے اہلسنّت والجماعت کے طریقہء کار اور عقائد و ایمانیات کے باب میں بھی بڑے حساس تھے اور عمر کے آخری مرحلے تک اس بابت انہوں نے تحفظ کے لئے کام بھی کیا۔

اس کے علاوہ مولانا مرحوم کا امتیاز تھا کہ وہ ملت کے مسائل، سیاسی حالات اور ملک کی صورتحال پر گہری نظر رکھتے تھے، وہ فلسطین، امریکہ، عالم عربی اور دیگر ممالک کے مسائل پر بھی گفتگو کرتے تھے اور ان کی چھان بین رکھتے تھے، مولانا مرحوم اپنی ملت کے سلسلے میں غیّور تھے، دیکھا جائے تو مولانا مرحوم ایک تو جس قدیم عہد کے نمونہ سلف تھے اور جس کوکن خطے سے تھے اس زمان اور مکان کے تناظر میں ان کی یہ شش جہات دلچسپی اور سرگرمی انہیں اس عہد اور خطے میں ایک سوشل ریفارمر کی حیثیت سے پیش کرتی ہے، مولانا مرحوم چونکہ خطۂ کوکن کے علماء میں سرکردہ اور عظیم مقام رکھتے تھے، لہذا ان کی اس شخصیت نے علاقے کے نوجوان فضلاء اور ان کے وابستگان کو بھی متاثر کیا جس سے علاقے میں مزید بیداری آئی، حالات حاضرہ اور دیگر

مسائل کی سمت دلچسپی میں اضافہ ہوا۔

مولانا مرحوم ہمیشہ دینی اداروں اور دینی کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے تھے، خطے کے کئی مدارس، جامعات اور فلاحی وسماجی اداروں کومولانا نے اپنی شخصیت کا بھرپور وزن دیا، مولانا مرحوم صحافت کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور اپنے علاقے میں مسلمانوں کی مضبوط صحافتی ترقی کے بڑے آرزومند تھے، مولانا مرحوم کی خاص بات یہ تھی کہ وہ دین کا کام کرنے والے ہر شخص کی ایسی حوصلہ افزائی کرتے جیسے اسے چارج کردیتے، چاہے وہ شخص مسجد کا امام ہو مدرس یا مکتب کا معلم، ٹیچر یا حافظ قرآن، مولانا مرحوم نئی ٹکنولوجی اور جدید ذرائع کو استعمال میں لاتے ہوئے قومی کاز پر کام کرنے والوں کا سن بھی لیتے تو خوش ہوجاتے تھے اور اگر ایسے کسی نوجوان یا ٹیم سے مل لیتے تو انہیں اس طرح اپنی محبتوں سے نوازتے تھے کہ کام کرنے والے تجدید عزم کرتے ہوئے مزید خوب تر کرنے کی نیت کرتے، ایسے رجال شناس اور رجال ساز تھے ہمارے مولانا سید عبد المنعم نظیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

مولانا آپسی معاملات میں عفو ودرگزر کرتے تھے ان کی ذات انجمن تھی، وہ قدیم کوکنی روایات کی نشانی بھی تھے، وہ بلاشبہ کوکن میں ہمہ گیر اور عبقری ہستی تھے، وہ عمر کے آخری پڑاؤ میں بھی اپنی فکرمندی اور پیہم کام کرتے رہنے کا ایسا نمونہ تھے کہ آج کل کے نوجوانوں کو تھکا دیتے تھے، خاموشی سے مسلسل محنت کرنے والے فرد قوم کی طرح، وہ اپنے ہم عصروں کے لیے حقیقی دوست، اپنے معاونین کے لیے رحمدل، اپنے تلامذہ کے لیے مخلص مشفق اور عالم اسلام کے لیے تڑپتا دھڑکتا دل رکھنے والے عظیم انسان تھے۔

میں نے اپنے دو محبوب اساتذہ، مولانا علی میاں فقیہ آرائی عافاہ اللہ تعالیٰ اور مولانا زین العابدین فقیہ آرائی حفظہ اللہ، یہ دونوں میرے مشفق مربی اور ان اساتذہ میں سے ہیں کہ جن

سے تعلیم حاصل کرنا اور ان کی پرخلوص چھاؤں میں تعلیمی زندگی گزارنا میرے لیے تاحیات سعادت اور قیمتی یادگار ہے، ان دونوں عظیم اساتذہ سے میں نے مولانا سیّد عبدالمنعم صاحبؒ کے متعلق کئی دفعہ سنا، یہ دونوں نیک دل اور بااصول حضرات مولانا عبدالمنعم صاحب کا تذکرہ نہایت دلی جذبات میں ڈوب کر اور پرانے وقتوں میں لوٹ کر ایسے کرتے تھے کہ مولانا مرحوم کے تئیں محبت بڑھتی جاتی تھی، اسی طرح مولانا سیّد عبدالمنعم صاحب سے بھی مجھے کئی دفعہ ان دونوں حضرات کے لئے نہایت اعلیٰ کلمات اور دلی محبتوں کا اظہار سننے کو ملا، بلکہ مجھے اچھے سے یاد ہے کہ جب کبھی ہماری اور مولاناؒ کی نشست میں حضرت الاستاذ مولانا علی میاں فقیہ آرائی اور حضرت الاستاذ مولانا زین العابدین فقیہ آرائی دامت برکاتہم کا ذکر ہوتا تو مولانا سیّد عبدالمنعم نظیر صاحب اپنائیت اور خوشگوار احساس کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ ''ان دونوں حضرات سے ہمارا قدیم وقت سے تعلق ہے، دلی محبت اور اپنائیت کے احساس کا تعلق ہے''۔

ان کے علاوہ جامعہ کے حوالے سے تذکرے میں، میرے ایک اور استاذ، عظیم اور کریم النفس انسان، شیخ الحدیث مولانا ابراہیم بن علی خطیب صاحب حفظہ اللہ کا تذکرہ مولانا کی نشست میں ہوتا تھا، میں باضابطہ شیخ صاحب سے حدیث کی بڑی کتابیں پڑھنے سے تو محروم رہا، لیکن شیخ صاحب ہفتے میں ایک دن رات کے وقت کچھ طلباء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرز پر اور محدثینِ سلف کے انداز میں حدیثِ رسول کی تعلیم دیا کرتے تھے، اللہ نے مجھے توفیق دی اور اس نورانی ماحول کی درسگاہ میں شیخ صاحب کے سامنے مجھے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، میں وہاں انہیں احادیث پڑھ کر سبقاً سناتا اور حضرت شیخ حدیث کا مطلب بیان فرماتے، یوں حضرت شیخ صاحب کی محدثانہ، مخلصانہ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لبالب درسگاہ میں مجھے ان کا باضابطہ طالبعلم بننے کی سعادت اللہ نے پہلے ہی عطاء کردی، حضرت شیخ ابراہیم خطیب

صاحب علم وعمل کا عظیم منارہ ہیں وہ جب تک جہاں بھی ہوں گے اس دنیا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم والی محبتوں سے زندگی دیتے رہیں گے۔

بہرکیف مولانا عبدالمنعم نظیر صاحب ؒ کے تذکرہ میں ان تین عظمائے کوکن و جامعہ کا ذکر چھڑ گیا، ان تینوں حضرات کی عظیم شخصیت میرے دل میں ایسے نقش ہے کہ ان کا تذکرہ کروں تو دفتر کا دفتر درکار ہے اس لئے بات طویل ہوتی جارہی ہے تذکرہ اس لئے بھی ضروری تھا کہ مجھے مولانا مرحوم کی نشستوں میں بارہا تلقین ہوتی تھی کہ میں ان حضرات سے دعائیں اور شفقت لیتا رہوں، اوران کی توجہات میں شامل رہوں، ان تینوں حضرات کا تذکرہ مولانا مرحوم بہت ہی والہانہ انداز میں کیا کرتے تھے، مولانا مرحوم کی نظر میں یہ تینوں حضرات جامعہ میں اخلاص اور جامعہ کی بنیادوں کے چراغ ہیں۔

مولانا مرحوم اللہ کے نیک دل متقی اور ولی صفت انسان تھے، اللہ کا مجھ پر انعام ہوا کہ چھوٹا تھا جب سے ان سے متعلق ہوا، آٹھ سال سے زائد میں ان کی چھاؤں میں رہا، انہوں نے میری تربیت کی اور مجھے عظمتوں کی راہ سجھائی، میں ان کے پاس تین سال تو لگاتار جاتا رہا اور کبھی گھنٹوں تو کبھی دو تین دن ان کے گھر کے آس پاس قیام کرتا تھا اور دن میں ان سے استفادہ کرتا تھا، انہوں نے مجھے اس دنیا کی پچاس سال کی آنکھوں دیکھی تاریخ سنائی ہے، انہوں نے مجھے بارہا کتابی علم سے نوازا لیکن بیشتر وہ مجھے اپنے مشاہداتی اور تجرباتی علم سے نوازتے تھے، جس نے مجھے دنیا میں بہت کچھ سکھایا ہے، وہ تجربات میرے سینے میں طاقت ہیں، انہوں نے مجھے بہت ساری تاریخ منتقل کی ہے جن سے مجھے سیکھنا ہے اور لوگوں کو بھی پہنچانا ہے، وہ مجھ سے بے شمار محبت کرتے تھے ان کی محبت میری روحانی قوت ہے، میں دنیا میں کہیں بھی چلا جاؤں اور کچھ بھی ہوجاؤں، میں اپنے اس محبوب بزرگ محسن و مشفق مخلص رہنما کو ہمیشہ اپنے دل میں زندہ

رکھوں گا، میرا دل رنجور ہے اور وجود مغموم ہے کہ میں خطے میں اپنے سب سے عظیم مخلص سے محروم ہوگیا، یہ محرومی بھی بڑی دردناک ہے کہ لاک ڈاؤن نے مجھے ان کے آخری سفر سے بھی دور رکھا، اپنے گھر کوکن سے اتنی دور علی گڑھ میں آج پہلی بار شدت سے تنہائی اور کسی کے بچھڑ جانے کا احساس ہے، مولانا مرحوم کا ہر چاہنے والا آج انہیں خراج عقیدت پیش کر رہا ہوگا، ابھی جذبات کے غالب بہاؤ میں مجھ سے یہی کچھ لکھا جا سکا ہے مزید تفصیلی، مرتب اور ان کی خدمات پر محیط دستاویز لکھنے کی ضرورت باقی ہے، ان شاء اللہ اس سلسلے میں قریبی فرصت میں کچھ کریں گے، قحط الرجالی، زبوں حالی اور امت کی موجودہ صورتحال میں مولانا کی وفات ایک ناقابل تلافی نقصان ہے، ان کی وفات پر کوکن گویا ہے کہ ۔

ایک شخص خطۂ کوکن کو ویران کرگیا

اللہ ہمارے مولانا کی روح کو اپنے انعام سے نہال فرمائے انہیں جنت الفردوس اور اعلیٰ علیین میں داخل فرمائے۔

میرے محسن ومربی

محترم سابق صدر میندری سید امتیاز نظیر صاحب یو کے لیسٹر

عجب دست اجل کو کام سونپا ہے مشیت نے

چمن سے پھول چننا اور ویرانے میں رکھ دینا

مولانا عبدالمنعمؒ کی طویل ترین دینی و تعلیمی، فلاحی وسماجی، ملکی ومقامی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ مولانا منکسر المزاج شخصیت کے مالک تھے، انہوں نے قومی وملی معاملات میں بھی ہمیشہ مثبت کردار ادا کیا، ان کی خدمات کو مدتوں میندری میں یاد رکھا جائے گا۔ انشاءاللہ۔

یوں تو سوانح حیات پر مختلف علماء کرام کے مضامین آئے ہیں، میں اپنی یادداشت کے مطابق کچھ باتیں عرض کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

میندری میں آنے کے بعد منصب امامت پر فائز ہوئے، حضرتؒ کی چہار بانگ خدمت خلق اور قابلیت کو دیکھتے ہوئے انہیں جماعت المسلمین میندری کا صدر منتخب کیا گیا۔ اور آپ کا یہ عہد زرین آج بھی گاؤں میں یاد کیا جاتا ہے، واٹر ورکس کمیٹی کے سیکرٹری بنائے گئے، اپنی ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے گاؤں میں جو پہاڑی علاقہ جہاں سے گاؤں کے لئے پانی آتا تھا اس کے لئے کافی جدوجہد کرتے رہے اور خود بھی پائپ لائن کا کام کرتے تھے۔ کسی وجہ سے وہ پانی گاؤں میں آنا بند ہو گیا تھا جسے لندن سے واپسی کے بعد وطن کے چند نوجوانوں سے جو پردیس میں برسر روزگار ہیں ان سے رابطہ کر کے اسی پانی کو دوبارہ لانے کی کوشش کی، نوجوانوں نے بھی

مولانا کی آواز پر لبیک کہا اور مولاناؒ کا تعاون کرنے کو اپنی سعادت سمجھی، الحمداللہ آج وہ کام تقریبا پائے تکمیل تک پہنچ چکا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تین چیزیں ہیں جن کا نفع آدمی کو اس کے مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے: (1) کوئی ایسی چیز چھوڑ جائے یا کام کر جائے جس سے لوگ برابر فائدہ اٹھاتے رہیں (2) کوئی ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ برابر استفادہ کرتے رہیں (3) ایسی اولاد چھوڑ جائے جو اس کے لیے دعا و استغفار کرتی رہے۔ (مسلم: 1631)

میں امید کرتا ہوں کہ مولانا کی دیگر خدمات کے ساتھ اللہ تعالی اس کو بھی آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے گا اور ہم اہل میندری اس کے لئے دعا گوں بھی ہیں۔ بقول شاعر

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کم نہ تھے کروبیاں

اپنی عمر کے آخری دنوں تک خدمت خلق کرتے رہے، اللہ تعالی آپ کی ہر خدمت کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور آپ کے درجات کو بلند فرمائے آمین

سوچا تھا تیری سادگی پر لکھوں گا اک غزل
افسوس کہ تیرے معیار کے الفاظ نہ مل سکے

خیر یہاں یو کے آنے کے بعد میرے لئے محسن اور مربی کا جو فریضہ آپ نے انجام دیا ہے وہ واقعی نا قابل فراموش ہے۔ ہینڈن کے قیام کے زمانے میں تقریبا روزانہ ملاقات اور اپنے معاملات میں صلاح مشورہ، اسی طرح گاؤں کے احوال وکوائف پر تبصرے ہوتے رہتے تھے۔ اور لیسٹر آنے کے بعد بھی ایک دو دن بعد فون پر بات ہوتی تھی، یہی وجہ تھی کہ جب میں نے مولانا سے دسمبر 2012 میں انڈیا جانے کا ذکر کیا تو مجھے اپنے ساتھ سفر کرنے کو کہا۔

خیر لندن میں کافی عرصہ گزارنے کے بعد جب وطن واپسی کا ارادہ ہوا تو مولانا نے جو خزانہ تحریری شکل میں تھا وہ مجھ ناچیز کے حوالے کر دیا، چونکہ میں اس علم کا اتنا فہم نہیں رکھتا تھا، لہذا مناسب سمجھا کہ مولانا داؤد ہر نیکر صاحب سے رابطہ کروں اور انھیں کے مشورے سے طے پایا کہ مکتبہ النظیر یو کے کی طرف سے اس کو کتابی شکل دی جائے۔ اور ''روشنی کی طرف'' ایک کتاب منظر عام پر آ چکی ہے باقی کام جاری ہے۔

اللہ تعالی سے دعا گوں ہوں کہ اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین

(نوٹ) مولاناؒ کی کتاب ''روشنی کی طرف'' چھپوانے کے مصارف سید امتیاز نظیر صاحب اور سید خالد حبیب اللہ نظیر نے اپنے ذمہ لئے تھے، جزاہما اللہ خیرا۔ از: داؤد ہر نیکر۔

ایک اور چراغ بجھ گیا۔۔۔

ثاقب بن مولانا سید علی احمد نظیر معروف بہ حضرمی

خطہ کوکن کی معروف شخصیت مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحب تقریباً ۸۵ سال کی عمر میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔خطہ کوکن اور بالخصوص نظیر خاندان نے ایک اور چراغ کھو دیا۔مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحب کی شخصیت اور خدمات تعارف کی محتاج نہ تھی۔ یہ چراغ اپنے آبا و اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے روشن رہا اور روشنی پھیلاتا رہا۔حضرت سادات کے گھرانے،حضرت فاطمہؓ کی نسل سے حسینی سید تھے۔ان کے جد امجد تقریباً چار سو سال قبل بغرض دین اسلام کی اشاعت، جزیرۃ العرب سے ہندوستان تشریف لائے اور اسی کو اپنا وطن بنا لیا۔ مرحوم کے جد امجد سید علی نظیر صاحب،کوکن کی پر فضاء سرزمین راجپوری، بمقام کھوکری ،مروڈ جنجیرہ میں آرام فرمارہے ہیں۔اس وقت سے یہ خاندان ہندوستان میں دین کی خدمت اورعوام میں محنت کوانجام دیتا آرہا ہے۔

مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحب ہندوستان میں اپنے جد امجد کی آمد سے دسویں پیڑھی تھے۔جبکہ اپنے جد امجد محمد النظیر جو حضرموت یمن سے تھے،ان کی چودھویں پیڑھی تھے۔سید محمد صاحب (حضرموت) کو ان کے اخلاق اورحسن سلوک کی بناء پر نظیر کا لقب ملا تھا جس سے یہ سلسلہءنسب نظیر شروع ہوا۔یہ خاندان پچھلی کچھ صدی سے خطہ کوکن میں میندری نامی گاؤں میں آباد ہے اوراب دنیا کے مختلف ممالک میں پھل پھول رہا ہے۔

اس خاندان نے ہر دور میں دین کی خدمت کی اور اس دور میں بھی ہمیں کئی جید علماء

دئے، جن سے مختلف علاقے فیض یاب ہوتے رہے۔ قابل الذکر و مشہور ناموں سے کچھ نام مولانا سید عبدالرزاق نظیر صاحب، سید علی احمد نظیر، مولانا سید شوکت علی نظیر صاحب اور مولانا عبدالمنعم نظیر صاحب کے ہیں۔

حضرت نے اپنی تعلیم گجرات کے قدیم مدرسہ ڈابھیل اور دارالعلوم دیوبند (یوپی) میں مکمل کی۔ فراغت کے بعد امامت کی خدمت بمبئی کے کاروباری علاقے کرافورڈ مارکیٹ کی بنگالی پورہ مسجد میں انجام دی۔ لیکن خطہ کوکن میں دینی خدمات اور عوام میں دین کی محنت کی فکر نے انہیں بمبئی چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ کوکن کے معروف مدرسہ جامعہ حسینیہ عربیہ، شری وردھن میں صدر مدرس رہے اور اپنے وجود سے اسے سینچا۔ آج بھی کوکن کے تقریباً مدارس کے اساتذہ بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت کے شاگرد رہ چکے ہیں، اللہ نے انہیں عوام میں مقبولیت بخشی تھی، اپنے مزاج کی وجہ سے تقریباً ہر کسی سے ان کا تعلق خصوصی درجہ کا رہا، انہوں نے اپنی زندگی دین کے لئے وقف کر دی تھی، مدارس سے تعلق رکھنے والے بچے بھی ان سے ملتے تو حضرت کو بے حد خوشی ہوتی، شری وردھن کے بعد اللہ نے ان سے برطانیہ کی سرزمین پر بھی کئی سالوں تک کام لیا، عمر درازی اور صحت کی پریشانی کی وجہ سے انہوں نے ہندوستان واپس آنے کا فیصلہ کیا۔ دین کے ساتھ ساتھ سیاسی معاملات پر بھی ان کی گہری نظر تھی، نہ صرف مدرسہ بلکہ اپنے گاؤں اور علاقے کے لئے کافی فکر مند رہتے، مزاج کی سادگی کی وجہ سے اکثر لوگوں سے دھوکہ بھی کھایا، لیکن کبھی کوئی ایسا نہ ملا جو یہ کہہ سکے کہ انہیں کسی سے الجھتے دیکھا ہو، ہر مرتبہ درگذر فرماتے۔

مولانا کا ایک احسان ان کے اپنے خاندان پر رہے گا کہ باوجود مصروفیت و مشغولیت کے مولانا اپنے شجرۂ نسب پر لگاتار کئی دہائیوں تک کام کرتے رہے۔ اوپر سے آتے ہوئے سلسلے کے علاوہ خاندان کے پھلنے پھولنے پر موجودہ سبھی افراد کا اندراج اپنے شجرۂ نسب میں کرتے

رہے۔جس کی وجہ سے آج وہ سلسلہ محفوظ ہے،اس خاندان کے افراد پر مولانا کا یہ احسان عظیم ہے،گویا بکھرے موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا ہو،مولانا کی حیات میں ہی ان کے گھرانے کے ایک فرد (راقم) نے ان کی سرپرستی میں اس کام کو آگے بڑھانا شروع کیا ہے،ان شاء اللہ مولانا کی یہ کوشش رائیگاں نہیں جائے گی۔

مولانا کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے، اللہ نے علم سے بھی نوازا اور تحریر میں بھی مہارت دی تھی، ابتدائی دنوں میں حضرت نے فقہ شافعی کے لئے تعلیم الدین نامی رسالہ ترتیب دیا جس سے بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لئے ایک بہترین نصاب میسر آیا،مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ انگلینڈ میں بھی اس کے انگریزی زبان میں ترجمہ کروائے گئے اور اسے ابتدائی تعلیم میں شامل کیا گیا،ان گنت افراد ان سے فیض یاب ہوتے رہے۔

اکابرین سادات میں مولانا شوکت علی نظیر صاحب کے بعد ان کے خاندان کا یہ آخری چراغ تھا جو اب بجھ گیا،لیکن اپنے علم سے کو کن کو روشن کر گیا،مرحوم کو ان کے آبائی وطن میندری کے وسط قبرستان میں مولانا شوکت علی نظیر صاحب اور ان کے دیگر آباء واجداد کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

اللہ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے، قبر کی منزل آسان فرمائے، درجات کو بلند فرمائے،ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنادے،ان کے طفیل اس قبرستان میں اگر کسی پر کوئی عذاب بھی ہو رہا ہو تو اسے ہٹا دے۔(آمین)نظیر خاندان ایک ایک کر کے اپنے بزرگوں سے محروم ہوتا چلا گیا۔اللہ کی بارگاہ میں یہ دعاء ہے کہ اس خاندان کو ان بزرگوں کا نعم البدل عطاء فرمائے اور پھر سے ہر دور میں ایسے چراغ روشن ہوتے رہیں جو تاریکی میں روشنی پھیلاتے رہیں۔(آمین)

سنگلاخ وادی کا عالم ربانی

مولانا فیصل حسن میاں سونڈے۔کویت

بتاریخ 18 رمضان المبارک 1441 ھجری کو یہ اندوہناک خبر ملی کہ کوکن کی ہردلعزیز شخصیت سادات کا روشن چمکتا چراغ علم وعمل کی پاکیزہ روایت کے امین حضرت مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحبؒ ہمارے درمیان نہیں رہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کئ دنوں سے تشویش کی خبریں آرہی تھیں،تاہم اس خبر کے لئے دل ودماغ بالکل آمادہ نہیں تھا،لیکن تقدیر کے سامنے کس کی چلتی ہے،موت سے کسکو رستگاری ہے،میرے یا مجھ جیسے ہزاروں کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔قانون قدرت ہر آن اور ہر حال اپنا کام کرتا ہے،اور قدرت جس چیز کی مصلحت سے واقف ہے انسان اس کی تہہ تک نہیں جاسکتا،ہر شخص کے آنے اور جانے کا وقت متعین ہے،اس میں کوئی تاخیر نہیں ہوسکتی ہے۔کسی کی موت کے وقت کو دنیا کا کوئی بڑا سے بڑا اور ماہر ڈاکٹر بھی نہیں ٹال سکتا،اس لئے نہ چاہنے اور دل کے نہ ماننے کے باوجود بھی اس خبر کا یقین کرنا پڑا۔

حضرتِ والا کی شخصیت بڑی علمی شخصیت تھی،آپ کی تحریر و مضمون نویسی نہایت سہل اور آسان تھی،متعدد مضامین اور کتابیں آپ کے گوہرِ بار(موتیاں لٹانے والا آپ کا قلم)سے شائع ہوکر مقبول عام وخاص ہوچکی ہے،ہمارے لئے حضرتِ والا کی شخصیت استاد الاساتذہ کی تھی۔ چنانچہ میں نے اپنے طالب علمی کے زمانے میں بارہا دیکھا ہے کہ حضرتؒ جب بھی ازہر کوکن جامعہ حسینیہ عربیہ تشریف لاتے تو ہمارے مخلص اساتذۂ کرام ان کے شاگرد ہونے کے ناطے

پروانہ واران کے ارد گرد ٹوٹ پڑتے ، علمی پہلو کے ساتھ ساتھ آپ کی شخصیت اصلاحی اعتبار سے بھی بہت اہمیت کی حامل تھی ، چنانچہ علاقہ ءکوکن میں جو بھی علمی ، عملی ، روحانی اور اصلاحی فضاء ہے اسمیں حضرتؒ کا وافر حصہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی بخشش و مغفرت فرمائے ، اعلیٰ علیین میں آپ کو جگہ نصیب فرمائے ، جملہ خدمات کو شرفِ قبولیت سے نواز کر صدقہ ء جاریہ بنائے ، علاقہ ءکوکن کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے اور تمام پسماندگان و متعلقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے ۔ آمین یارب العالمین ۔

مقامِ ولایت کا گُر

جس طرح انسان کے جسم کے لئے غذا کی ضرورت ہوتی ہے روح کے لئے بھی غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ جسم کے لئے غذا مادی ہوتی ہے یعنی کھانا پینا وغیرہ روح کی غذا ذکر وعبادت اور نیک اعمال ہیں ۔ جسم بیمار ہوتا ہے ۔ تو اسکا علاج دواوں سے کیا جاتا ہے ۔ روح بیمار ہوجاتی ہے تو اسکا علاج روحانی ہوتا ہے۔ جسم کو اسکے مناسب غذا دیجائے تو جسم تندرست رہتا ہے ۔ اور مضر چیزوں سے پرہیز کریں اور سردی گرمی اور بارش سے حفاظت کی جائے تو جسم بیمار نہیں ہوتا ۔ اسی طرح روح کو اسکے مناسب غذا دیجائے ۔ تو روحانی قوّت محفوظ ہوتی ہے ۔ اگر روحانیت کے لئے مضر کاموں سے پرہیز نہ کریں تو روحانیت بھی بیمار ہوکر ماند پڑ جاتی ہے۔* جسم کو اگر قوّت بخشنے والی غذائیں دیجائیں تو جسم توانا اور طاقتور ہوتا ہے ۔ اور معمولی امراض کا دفاع کرتا ہے ۔ روحانیت کو بھی اسکے مناسب قوّت بخش غذائیں دیجائیں تو وہ بھی توانا ہوکر ولایت کے مقام پر فائز ہوتی ہے ۔

وآخرُ دعوانا انِ الحمدُللہ ربِّ العلمین

اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گی

مفتی الیاس اسماعیل جاگا ونکر (نظام پور)

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

آج قلم کی روح بے چین ہے کاغذ کا دل ماتم کناہ ہے۔ کچھ لمحات ایسے ہوتے ہیں جو زندگی میں آنا ضروری ہوتے ہیں اور وہی لمحات انسانی ذہن پر نقوش چھوڑ جاتے ہیں، اگر قدرت نے اس جہاں میں امید، صبر کی نعمت اور خوشیوں کی جھلک نہ رکھی ہوتی تو شاید دنیا گویا جہنم محسوس ہوتی، یہی دنیا کی گردش دوران انسان سے بہت کچھ چھین لیتی ہے۔

نظام قدرت ہے کہ انسان کو درد اسی وقت ہوتا ہے جب اس کو چوٹ لگ جاتی ہے اور پھر یہ درد اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک انسان زندہ رہتا ہے، کچھ لمحات اور مخصوص مواقع ایسے بھی آتے ہیں جب زندگی کے زخموں پر پڑی ہوئی گرد کو جھاڑ کر زخموں کو پھر تازہ کر دیتے ہیں، موت کا دن بھی ایک ایسا ہی دن ہے جب بندہ سے دنیا نے متاع گراں قیمت چھین لی، اور حضرت کا سایہ سر سے اٹھ گیا اس وقت بندہ مسجد میں معتکف تھا، تلاوت پاک میں مشغول تھا، میندری کے احباب نے مجھے فون کیا لیکن موبائیل ساتھ میں موجود نہ تھا البتہ عنقریب ظہر کا وقت ہوا اور اتنے میں حضرت والاؒ کے پرسنل نمبر سے فون آیا کہ اب حضرت ہمارے درمیان نہیں رہے یقین کرنا انتہائی مشکل تھا۔

اے اللہ حضرت کی روح کو ٹھنڈک پہنچا اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرما اور کوکن کو حضرت کا ثانی عطا فرما۔ کیونکہ سید خاندان کا وہ چشمہ تھا جس چشمے سے کوکن کا تقریباً ہر

علاقہ سیراب ہوتا تھا۔حضرت کی وفات سے کوکن کو اتنا بڑا نقصان ہوا جسکی تلافی کرنا ناممکن ہے۔

حضرتؒ کی وفات کو تقریباً ڈیڑھ ماہ ہو چکا ہے مگر ان کی یادیں اور ان کی باتیں ان کا چمکتا دمکتا چہرہ ان کی جدائی کا درد آج بھی تازہ ہے،آج بھی انکی قیمتی نصیحت میرے کانوں میں گونج اٹھتی ہیں آج بھی ان کا عکس میری تر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے،آج بھی مجھے ان کی یاد ان کی گفتگو کا اندازِ بیان وہ مسکراتا چہرہ خوب رلاتا ہے۔

اے سادہ مزاجی کے امین! تجھ پر سلام ہو

حضرت سے پہلی بار ملاقات:

2009 میں میرا انتخاب تراویح کے لئے میندری بستی میں ہوا جس کی بناء پر مولانا شوکتؒ اور اہل میندری سے جان پہچان ہوئی، البتہ اس وقت مولاناؒ لندن میں مقیم تھے اور اس رمضان سے میندری والوں سے ایک گہرا ربط ضبط ہوا،جس کی وجہ سے غیر رمضان میں بھی لوگوں کی دلی کشش کی وجہ سے جمعہ کو جامعہ سے جا کر لوگوں کے درمیان بعد جمعہ بات کرنے کا موقعہ دیا جاتا تھا، البتہ کسی جمعہ کو حضرت مولانا شوکتؒ صاحب موجود رہتے تھے جس سے بات کرنے میں ڈر و خوف محسوس ہوتا تھا، ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے بعد مولانا شوکتؒ سے ملاقات کیلئے انکے گھر گیا تو حضرت نے مجھے ایک نصیحت فرمائی کہ جمعہ کی بات صرف دس منٹ ہی ہونا چاہے،آج بھی حضرت کی وہ نصیحت یاد آتی ہے،حضرت جب میندری تشریف لاتے تھے تو جمعہ کے دن 12 بجے کے وقت حضرت کے گھر جانا ہوتا تھا اور فیض حاصل کرنے کا متعدد بار موقعہ بھی نصیب ہوا۔

بہر حال ایک مرتبہ میندری میں جمعہ کی نماز پڑھی اور اس وقت دیکھا کہ ایک ضعیف آدمی کونے میں کرسی پر بیٹھا ہوا ہے،لوگ اس سے مصافحہ کر رہے ہیں، انتہائی سادہ لباس زیب تن کئے ہوئے ، میں نے بھی جا کر مصافحہ کیا لیکن جان پہچان نہیں تھی کہ یہ اتنی بڑی شخصیت ہے،

البتہ ایک فرد سے پوچھا تو بتایا یہ ہمارے بستی کے مولانا ہے، ان کا نام عبد المنعمؒ صاحب ہے، اس وقت میں نے حضرت کے اخلاق وسادگی دیکھی تو دل میں خیال آیا، یقیناً یہ بڑی شخصیت نظر آرہی ہے، کھانے کے بعد حضرت مولانا کے گھر گئے تو دیکھتا ہوں کہ حضرت بنیان اور لنگی پر بیٹھے ہوئے مطالعہ میں غرق ہیں، پھر میرا حضرت کے ساتھ کافی دیر تک بیٹھنا ہوا جس میں حضرت نے چند باتیں ونصیحتیں فرمائیں اور جامعہ سے ایک نسبت ومحبت کا اظہار کیا، پھر آخر میں حضرت سے فون نمبر طلب کیا تو حضرت نے فون نمبر بھی فوراً دیا، پھر میں ہر جمعہ کو جسولی میں جا کر حضرت کو فون کرتا رہتا تھا اور خیر خیریت دریافت کرتا رہتا، اس کے بعد سے ہمارے درمیان ایک باپ اور بیٹے جیسا رشتہ بن گیا۔ ایک ماہ میں دو جمعہ میندری میں حضرت کے یہاں جانا ہوتا، کھانا بھی حضرت کے ساتھ ہوتا تھا، جب آپ کو معلوم ہوا کہ میں کھانے میں مچھلی پسند کرتا ہوں تو حضرت جمعرات کی شام یا جمعہ کی صبح میں مچھلی لیکر رکھتے تھے اور مجھے فون کرتے تھے کہ میندری آرہے ہے نا؟ اسکے بعد سے جب بھی حضرت کے ساتھ کھانے کا موقعہ ملتا تو حضرت کے دستر خوان پر ہمیشہ جمعہ کو مچھلی ہی ہوتی تھی۔

بہر حال کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہم دونوں چار پائی پر بیٹھ کر گفتگو کرتے رہتے تھے، اس میں حضرت بڑی قیمتی باتیں بیان فرماتے جو قابل عمل ہوتیں، اس گفتگو میں حالات حاضرہ اور سیاسی پہلو پر بھی روشنی ڈالتے تھے، گویا حضرت کی نظر دین ودنیا پر گہری ہوتی تھی۔

آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے مسافر کو چلچلاتی دھوپ میں جھلسنے کے بعد ٹھنڈی اور گھنی چھاؤں میسر آگئی ہو۔

اللہ اس بات پر گواہ ہے جب میری ذات میں عبادت ومعاملات میں کمی وکوتائی ہوتی تو میں خصوصاً حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، حضرت کی خدمت میں صرف حاضری ہی مجھے

عبادات ومعاملات پورے کرنے پر مجبور کرتی تھی،اللہ کا خوف دل میں بس جاتا تھا۔

بہر حال یہ آنے جانے کا سلسلہ طالب علم کی زندگی سے وفات کے تین دن قبل تک چلا رہا۔کبھی کبھی مہینے میں ایک بار بھی جانا نہ ہوتا تو حضرت خود بار بار فون کر کے پوچھتے تھے کہ مینڈری میں کیوں نہیں آئے،جامعہ سے فراغت کے بعد حضرت سے افتاء کیلئے جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور کے لئے مشورہ کیا تو حضرت نے کہا جامعہ میں کیوں نہیں تو میں نے وقت کا تقاضہ پیش کیا تو بولے اچھی بات ہے،ضرور افتاء کرو،پھر کنڈلور جانے کے بعد خود حضرت ہر ہفتے جمعہ کے دن عشاء کے بعد فون کر کے خیر دریافت کرتے تھے اور ہمت حوصلہ بلند کرتے تھے،آپ کے مشورہ میں خیر ہی خیر ہوتی،آپ بہت ہی خوبیوں کے حامل تھے،حضرت کا دل انتہائی نرم تھا،آپ میں خلوص ومروت،سنجیدگی وقناعت، ایثار وہمدردی، محبت ومؤدت ،عاجزی وانکساری انتہائی سرایت کرگئی تھی۔آپ میں نرم مزاجی انتہائی درجہ کی تھی، بسا اوقات گھر میں بچوں وغیرہ کے ذریعہ سخت غصہ والا ماحول بن جاتا تھا،ایسا محسوس ہوتا کہ اب حضرت غصہ ہولیکن واللہ ایسے وقت میں انتہائی نرمی سے معاملہ کو ختم کرتے تھے،میں دیکھتا رہتا کہ یہ انسان ہے یا فرشتہ!بڑی عجیب وغریب شخصیت تھی ،واللہ دنیا میں بہت کم لوگ ایسے اخلاق والے نظر آتے ہیں جو گھر میں بھی اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں۔

آپ نے تاریخ اسلام کا ایک خصوصی باب اپنی عملی زندگی کے قلم سے جس طرح دہرایا ہے اور سادگی وانکساری کی جو نظیریں ہمارے سامنے عملی طور پر پیش کی ہیں،اس نے تاریخ اسلام کا اقبال اور مزید بلند کردیا ہے،حلانکہ حضرت مولاناؒ کے پاس ایسے جاں نثاروں کی ایک مضبوط ٹیم تھی جو آپ کے ایک اشارے پر اعلیٰ ترین لباس کا انبار،فلک بوس عمارتیں اور عیش وآرام کے سمندر مہیا کرسکتی تھی،لیکن آپ نے کبھی ان چیزوں کا تصور وخواہش تک نہیں کی۔

آپ ہمیشہ خوش پوش رہے لیکن آپ کا لباس درویشانہ ہی رہا اور آپ اپنے دستر خوان پر جو کھانا تناول فرماتے رہے، وہ بالکل سادہ بغیر مسالہ والا ہوتا جسکو ہم میں سے کوئی پسند نہیں کرے گا، آپ پانی بہت کم پیتے تھے دن میں کم وبیش تین گلاس، آپ کے کھانے کا کوئی وقت متعین نہیں ہوتا، کبھی دوپہر کا کھانا شام 4 بجے بھی تناول فرماتے۔

حضرت مولانا ان نفوس قدسیہ میں سے تھے جن کا وجود بہت سے فتنوں کے لئے آڑ بنا رہتا تھا، آپ کا وجود امت کیلئے رحمتوں اور برکتوں کا باعث تھا، اللہ نے آپ کو جن خوبیوں سے نوازا تھا ان کا احاطہ کرنا اس مختصر مضمون میں ناممکن ہے، دست قدرت نے ان کی ذات کو فقہ وتصوف، احادیث اور علم ادب کا ماہر بنایا تھا، اللہ نے آپ کے قلم میں ایک عجیب تاثیر رکھی تھی اور مہارت دی تھی، ایک مرتبہ میں نے آپ سے قلم کی مہارت کے سلسلے میں پوچھا تو حضرت نے فرمایا کہ الیاس آپ مضامین کو بار بار پڑھتے رہو اور ان کو لکھنے کی کوشش کرو، رفتہ رفتہ آپ خود اچھے اچھے مضامین لکھنے پر قادر ہوں گے، جس طرح آج کل (استاذ محترم مفتی فیاض احمد محمود برمارے حسینی) برمارے فیاض کے مضامین آتے ہیں، حضرت مولانا اپنی بہت سی امتیازی خصوصیت کے ساتھ مشاق قلم کار، محقق و مدقق، مصنف کی حیثیت سے طبقہ علماء واہل علم و دانش میں ممتاز شناخت رکھتے تھے۔اردو و عربی کا گہرا مطالعہ کر کے جمہور اہل سنت والجماعت کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف مضامین لکھ کر ان کا رد کرتے تھے، اور خود بھی مجھے بعد جمعہ ایک مضمون دیکر مطالعہ کرنے کا حکم دیتے، میں مسجد میں جا کر مطالعہ کرتا پھر حضرت کے پاس آتا، حضرت اس مضمون کے سلسلے میں مزید عمیق روشنی ڈالتے تھے اور کہتے رہتے کہ یہ کتابچہ مدرسہ میں لیکر بچوں کے درمیان تقسیم کرو جو مطالعہ سے رغبت رکھتے ہوں، آپ خاصی تعداد میں جامع مضامین، مقالہ جات اور کتابیں امت کی رہبری کیلئے چھوڑ کر چلے گئے، آپ نے فلاحی کام بھی

بہت کئے، لیکن لوگوں میں اسکا افشا ہونے نہ دیا، اسی سال بستی میں پانی کا مستقل انتظام کیا جو پہاڑ پر ایک چشمہ تھا اسکو صاف کر کے نل کی شکل میں پورے بستی میں پانی پہنچایا۔

آپ ہمیشہ کوکن کے سلسلے میں متفکر رہتے تھے، تقریباً تین سال قبل سیاسی پہلو پر نظر رکھتے ہوئے بارہا اس بات کو دہراتے رہتے کہ اس امت کا مستقبل بڑا تابناک نظر آرہا ہے۔

اس جملے کو کہتے ہوئے آپ کا چہرہ بڑا مضطرب و پریشان نظر آتا محسوس ہوتا عنقریب آنکھوں سے آنسو جاری ہونگے۔

بہر حال حضرت مولانا کے انتقال سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کائنات تو موجود ہے لیکن فکر وخیال کی دنیا اجڑ گئی، آپ کی یاد ہمیشہ آتی رہے گی، آپ ہمیشہ آنکھوں میں بسے رہے گے، زندگی جس ذات گرامی کے گرد گھوم رہی تھی وہ اب جلوہ افروز نہ رہی، علم وفضل کی وہ محفل اجڑ گئی، اللہ تعالیٰ میرے لئے حضرت جیسا مشفق رہبر وقائد عطا فرما، ان کی قبر کو نور سے منور فرما، آمین

حضرت مولانا سید عبدالمنعم نظیر رحمۃ اللہ علیہ
کا
اپنے چھوٹوں کے ساتھ برتاؤ

مولانا قاضی خلفان قاسمی شافعی امام وخطیب جامع مسجد والوٹ

مدارس کے طلباء کو مہمانانِ رسول کہتے ہوئے اپنے اکثر علماء اساتذہ وغیرہ سے سنا ہوگا، لیکن مہمانانِ رسول کا پاس ولحاظ کس طرح رکھا جاتا ہے یہ ہمیں بہت کم لوگوں سے دیکھنے ملتا ہے، مولانا عبدالمنعم نظیر رحمۃ اللہ علیہ انہی لوگوں میں سے تھے جو دل وجان سے مہمانانِ رسول کا پاس ولحاظ رکھتے تھے۔ 2011 سے 2013 کے درمیان جب میں شریوردھن میں زیرِ تعلیم تھا، حضرت مولانا عبدالمنعم رحمۃ اللہ علیہ سے وقتاً فوقتاً جمعہ کے روز ملاقات کرتا رہتا۔

میں ابھی زیرِ تعلیم تھا اور ابتدائی درجات میں تھا اس کے باوجود مولانا میری باتیں دھیان سے سنتے اور مجھے خاص توجہ دیتے اور بالکل کسی خاص عالیشان مہمان کی طرح ناشتہ وغیرہ دیتے، ایک کم عمر ابتدائی درجہ کے طالب علم کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرتے ہوئے دیکھ کر میں بہت متاثر تھا، میں بے جھجک حاضر ہوتا رہا اور مولانا مجھے اہم نصیحتوں سے نوازتے رہتے، مولانا چاہتے تھے کہ ایک نوجوان عملہ کام کرنے والوں کا تیار ہو، مولانا ہماری باتوں کو خاص دھیان سے سنتے اور اہم وقیمتی مشوروں سے نوازتے رہتے، مولانا کو عطر کے کیمیکل سے کچھ الیرجی تھی گویا ان کے پاس عطر لگا کر جانا منع تھا، ایک دن میں بھول کر بہت سی خوشبو لگا کر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا، حاضری کے بعد مجھے خیال آیا کہ میں نے خوشبو لگائی ہے، مولانا کو اس سے بہت تکلیف ہوئی، اس کے باوجود مولانا نے مجھے اپنے پاس بٹھائے رکھا اور برداشت

کرتے رہے اور مجھے یہ محسوس ہونے بھی نہیں دینا چاہتے تھے کے انہیں تکلیف ہو رہی ہے، طالب علموں اور اپنے چھوٹوں کے ساتھ اس طرح شفقت اور نرمی کا معاملہ کرتے ہوئے بہت ہی کم لوگ نظر آتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی سے دعا ہے کہ اللہ مولانا کے درجات کو بلند فرمائے اور ہم سے مولانا کے حق میں جو کوتاہیاں ہوئی ہے اسے معاف فرمائے، آمین۔

ستارے زمین کے بجھے جا رہے ہیں
ہمارے اکابر اٹھے جا رہے ہیں
کچھ اس طرح ٹوٹا ہے تسبیح کا دھاگہ
کہ سارے ہی موتی گرے جا رہے ہیں
مدارس ہمارے ہوئے بند ایسے
کہ ذی علم روٹھے ہوئے جا رہے ہیں
یہ نبیوں کے وارث ، زمیں کا یہ سبزہ
وہ دھرتی کو ویراں کئے جا رہے ہیں
وہ جن سے تھی روشن فضائیں دہر کی
دیے رفتہ رفتہ بجھے جا رہے ہیں
افق پار کیا علمی محفل ہے کوئی؟
سبھی اہل دانش چلے جا رہے ہیں

ایک فرشتہ تھا جو اللہ سے جا ملا

✍ مفتی سلمان بن عبدالحمید غوری، کوکنی

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

دنیا کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہیں کہ بڑے سے بڑا دانا انسان بھی دنیا میں جب اپنی آنکھیں کھولتا ہے تو دیکھتے ہی دیکھتے اپنی زندگی کی آخری سانسیں لیکر ہمیشہ کے لئے اپنی آرام گاہ میں پناہ گزیں ہوجاتا ہے، مگر انگلیوں پر گنے چنے لوگ اس درمیانی وقت میں بعض ایسے کام سرانجام دیتے ہیں جسے رہتی دنیا تک لوگ یاد کرتے ہیں اوران کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کی قربانیوں اوران کے کوششوں کوسراہا جاتا ہے۔

بے شمار لوگ دنیا میں آئے اور چلے گئے، جنہیں نہ کوئی جانتا ہے اور نہ ہی کوئی پہچانتا ہے، لیکن وہ لوگ بھی ہیں جو دنیا سے کوچ تو کر گئے مگر اپنے ان اچھے اور نیک کاموں کی وجہ سے ہرایک کے دل میں زندہ جاوید ہیں، تاریخ کے اوراق ان لوگوں سے بھرے پڑے ہیں۔

انہیں میں سے ایک قابل ذکر شخصیت جو بغیر نام ونمود کے خالص اللہ تعالی کی رضا جوئی کے لئے خدمت خلق میں مصروف، چاہے وہ تعلیمی میدان ہو، خطابت یا کتابت کا میدان ہو، یا سماجی اعتبار سے کوئی خدمت ہو، ہر میدان میں اپنے آپ کو پیش پیش رکھا، جن کا اسم مبارک محبوب العلماء، استاذ الاساتذہ، خاندان سادات کے چشم و چراغ، برادر فخر کوکن، بزرگ عالم دین، مشفق ومربی حضرت مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، سابق ناظم تعلیمات ازہر کوکن جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن کی ذات عالی ہے۔

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

جن کی رحلت سماج کے لئے باعث رنج وغم ہے، ابھی حضرت والا سرپرست جامعہ فخرکوکن حضرت مولانا سید شوکت علی نظیر صاحب نوراللہ مرقدہ کا زخم تھا ہی کہ آپ کے وصال کی خبر کانوں میں پڑھتے ہی ہر آنکھ اشکبار ہوگئی، آپ کی سرپرستی سے کوکن اور اہل کوکن پھر ایک مرتبہ محروم ہوگیا، آپ کے بے شمار بالواسطہ اور بلاواسطہ شاگرد جو ملک اور بیرون ملک میں خالص اللہ تعالی کی خوشنودی کے لئے جامعہ اور اپنے عظیم الشان اساتذہ کا فیض عام کررہے ہیں یتیمی اور بے بسی محسوس کررہے ہیں۔

اساتذہ سے یہ بات بارہا سنی گئی ہے کہ آپ تعلیمی میدان کے بے باک شہسوار تھے، مشکل سے مشکل سبق آسانی سے حل فرمالیا کرتے تھے، فرق وادیان میں اور خصوصی طور پر رد غیر مقلدیت پر گہری نظر رکھتے تھے، اس عنوان سے متعلق آپ کی تصنیفات بھی آپ کی حیات ہی میں منظر عام پر آچکی ہیں، جس میں آپ نے غیر مقلدیت کو واضح کر کے ان پر اشکالات اور اعتراضات کے ذریعہ بہترین قرآن وحدیث کی روشنی میں جوابات دئے ہیں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے جامعہ کی ناظم تعلیمات جیسی کٹھن ترین ذمہ داری کو بڑے ہی حکمت، دانائی اور سنجیدگی سے بحسن خوبی نبھایا، اور آج جو جامعہ کے فارغین ہر علاقے اور خطہ میں خطابت کے ذریعہ دین کو لوگوں تک پہنچا رہے ہیں وہ سارا فیض آپ ہی کو جارہا ہے، گویا آپ جامعہ کے تقریری (اردو) انجمن کے موجد اول ہے جنھوں نے بڑے ہی کوششوں اور محنتوں کے بعد انجمن کے سلسلہ کو جاری کیا اور حد درجہ مختصراً کتب خانہ بھی قائم کیا۔

بس جان گیا میں تری پہچان یہی ہے
تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا

اللہ تعالیٰ آپ کی ان تمام کاوشوں کو شرف قبولیت سے نوازے، آپ کی بال بال مغفرت فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، امت کے لئے آپ کا نعم البدل عطا فرمائے، اور اعلی علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا

✍ مفتی عتیق عبدالحمید گھارے

زمانہ طالب علمی میں عربی دوم کے سال میرا پہلی مرتبہ میندری جانا ہوا، دل میں بے انتہا خوشی تھی کہ آج دونوں حضرات ''مولانا شوکت علی نظیر صاحب رحمہ اللہ اور مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحب رحمہ اللہ'' سے ملاقات کا موقع نصیب ہوگا، جمعہ کا دن تھا نماز سے قبل مولانا شوکت علی نظیر یصاحب رحمہ اللہ کی ملاقات سے فارغ ہوکر مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحب کی ملاقات کا دل متمنی تھا، اس لئے کہ آپ کو اس سے قبل میں نے دیکھا نہیں تھا، صرف آپ کے بارے میں بہت ساری باتیں سنی تھی۔

واقعہ کچھ اس طرح پیش آیا کہ سفر میں میرے ساتھ میرے ہم درس مفتی الیاس جاگا ؤنکر صاحب تھے جو مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحب رحمہ اللہ کو پہچانتے تھے میں نماز جمعہ کے لئے مسجد میں گیا، دل میں یہی خواہش تھی کہ دونوں حضرات کا دیدار ہو، کچھ دیر میں مولانا شوکت صاحب کا دیدار ہوا، لیکن مولانا سید عبدالمنعم نظیر صاحب کا دیدار نہ ہوسکا، نگاہ مسجد کے چاروں طرف گشت کررہی تھی کہ مولانا نظر آئیں گے، کچھ حضرات کرتہ پائجامہ پہن کر مسجد میں آبھی رہے تھے، لیکن ان میں مجھے کوئی ایسا محسوس نہیں ہوا کے وہ مولانا ہوسکتے ہیں، یہاں تک کہ نماز مکمل ہوکر لوگ اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے، لیکن میرے دل میں تمنا تھی کہ مجھے مولانا سے ملاقات کرنا ہے، تو میں نے میرے رفیق سفر مفتی الیاس جاگاؤنکر صاحب سے درخواست کی کے مولانا سے ملاقات کرنے کے لئے ان کے گھر پر جانا ہے، انھوں نے کچھ عذر پیش کیا کہ مولانا

کے ابھی سونے کا وقت ہوگا،تو میں نے کہا کہ نہیں ہم جلدی جا کر ملاقات کر کے لوٹیں گے،تو ہم نے فوری طور پر کھانا کھا کے مولانا کے گھر کی طرف رخ کیا، جب ہم مولانا کے گھر پہنچے اور مولانا سے ملاقات ہوئی،اس وقت میرے دل کی کیفیت یہ تھی کہ آپ کو دیکھتے ہی میری آنکھیں نم ہوئیں،اس لئے کہ وہ وہی تھے جن کو میں نے مسجد کے اندر میرے بازو میں پایا تھا،لیکن آپ کی سادگی کے بناء پر میں یہ جان نہ سکا کہ یہ مولانا سید عبدالمنعم ہی ہو سکتے ہیں، اس لئے کہ آپ کا لباس بالکل سادہ تھا، مجھے جہاں تک یاد ہے آپ کے لباس پر پیوند بھی تھے اور پھر جب ہم گھر میں داخل ہوئے تو مولانا کا بالکل سادہ لباس اور آپ کے استقبال کرنے کا انداز اور آپ کے بات کرنے کا طریقہ ہم چھوٹوں سے اتنا اچھا تھا کہ مولانا کے پاس سے اٹھنے کا دل میں ذرہ برابر خیال نہیں آیا۔

ہم دونوں مولانا کے پاس تقریبا ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھے تھے اور مولانا اتنے پیار سے باتیں کر رہے تھے کے دل میں بہت کچھ آرزوئیں اور تمنائیں پیدا ہوئیں کہ مجھے بھی سادہ مزاج اور خوش اخلاق اور پختہ عالم بننا ہے۔

یہ کچھ مولانا کے بارے میں باتیں تھیں جو میرے دل میں تھیں جسکا اظہار کرنا میں نے ضروری سمجھا۔

کلمات تعزیت

خطۂ کوکن کے ایک جلیل القدر عالم دین حضرت مولانا سید عبد المنعم نظیر رحمہ اللہ کا سانحہ ارتحال

مولانا عبد السلام حجو مقیم حال مانچیسٹر برطانیہ

بروز منگل ۱۲ مئی ۲۰۲۰ء کو ہم برطانیہ میں نماز فجر سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ اچانک جلیل القدر عالم ربانی، مشفق و مربی استاذ الاساتذہ، از ہر کوکن جامعہ حسینہ عربیہ شریوردھن کے اساسی استاذ و سابق ناظم تعلیمات، مصنف وفقیہ اور امام صفت عالم دین حضرت مولانا سید عبد المنعم نظیر صاحب کے سایہ شفقت اٹھ جانے کی غمناک و المناک خبر آ پہنچی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کل نفس ذائقة الموت۔

یوں تو ہر انسان کو اس دنیا سے جانا ہی ہے اور موت ایک یقینی چیز ہے لیکن اہل علم اور اہل بصیرت کی موت قوم وملت کے لئے عظیم خسارے کا باعث ہوتی ہے، مولانا مرحوم بھی انہیں صفات کے حامل حضرات کی فہرست کا ایک حصہ ہے، آپ کی وفات اہل علم اور اہل کوکن کے لئے بڑے دکھ کی بات ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

لائی حیات آئے قضاء لے چلی چلے
اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

حضرت مولانا رحمہ اللہ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے آپ کی طبیعت اتباع سنت، زہد واستغناء، منکسر مزاجی، خوش اخلاقی اور چھوٹوں کے ساتھ محبت وشفقت جیسے صفات عالیہ سے مرقع تھی۔

حضرت مولانا میرے مشفق و محسن استاذ تھے، آپ کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ

ہمیشہ دوسروں کی حوصلہ افزائی کیا کرتے خصوصا جب کوئی شاگرد یا متعلقین میں سے کوئی علمی کام انجام دیتا تو آپ بہت خوش ہوتے اور دعائیہ کلمات سے نوازتے ،اسی سلسلہ کی ایک کڑی بندہ کی تالیف ''گلدستۂ آخریات'' پر حضرت مرحوم کا قیمتی مقدمہ بھی ہے، بطور یادگار میں اسے نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔مولانا فرماتے ہیں:''علم ایک بے کنارہ سمندر ہے اللہ تعالی نے اپنے کلام میں فرمایا:**قل لو کان البحر مدادالکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمت ربی ولو جئنا بمثله مددا** (الکہف:۱۰۹)''میرے رب کے کلمات کو لکھنے کے لئے سمندر کی سیاہی بنائی دی جائے تو رب کی تعریف سے پہلے سمندر خشک ہوجائیں''۔

یہی وجہ ہے کہ امت اسلامیہ کے علماء صدیوں سے آج تک موٹی موٹی جلدوں میں کتابیں لکھتے رہے اور مختلف عنوانات اور مختلف انداز سے لکھتے رہے، مگر علم کا سمندر تا ہنوز ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور نئے نئے رموز ونکات سامنے آرہے ہیں۔مولانا عبد السلام حجو صاحب سابق استاذ حدیث از ہرکوکن جامعہ حسینہ عربیہ شریوردھن نے بھی قلمکاری میں اپنے جوہر نئے نئے انداز میں پیش کئے ہیں، پہلے اولیات کوعنوان اور موضوع بنا کر سب سے پہلے کیا؟ اور کون؟ کو تلاش کر کے صفحۂ قرطاس پر بکھیرا، اب آخریات کو موضوع بنا کر سب سے آخری کون اور کیا کو تلاش کر کے اپنے قلم کی گرفت میں جکڑ کر صفحۂ قرطاس کو زینت بخشی، اس کے بعد اور کون سا نقطہ اور انوکھا موضوع ان کے ذہن میں ہے اور آئے گا یہ بتانا مشکل ہے، اس لئے کہ اللہ نے انہیں ایک خاص ملکہ عطاء کیا ہے جو ہر کسی کو عطاء نہیں کیا جاتا کم از کم مجھ کم مایہ کے حصہ میں نہیں آیا، امید ہے کے قارئین کو موصوف کی یہ کوشش اور کاوش پسند آئے گی اور اس کو اپنے دامن دل میں جگہ دیں گے، اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ اللہ موصوف کے علم میں برکت دے اور اسی طرح قران وسنت کی اپنے قلم سے خدمت کرنے کی سعادت ان کے حصہ میں آتی رہے اور امت کو اس طرح

کے قیمتی جواہر سے استفادہ کی توفیق بھی ملتی رہے‘‘۔

مقدمہ میں تحریر حضرت کے الفاظ اوپر بیان کردہ مولانا کے تمام اوصاف کی کلی طور پر عکاسی کرتے ہیں، اس کے علاوہ حضرت مولانا کی بے لوث خدمات بھی قابل ذکر ہیں جس میں ’’تعلیم الدین‘‘ کی تصنیف بنیادی خدمت کا مقام رکھتی ہے نیز آپ نے ممبئی کی بنگالی پورہ مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دے کر منبر ومحراب سے بھی عوام کی خدمت کے فرائض انجام دئے ہیں، اسی طرح مولانا کے خدمات کا میدان ملکی سطح سے اٹھ کر غیر ملکی سطح پر بھی رہا اور ایک عرصہ تک آپ نے برطانیہ کے اسلامک سینٹر میں بھی خدمات انجام دی ہیں اور آخر کار ۸۵ / برس کی عمر میں یہ روشن چراغ سینکڑوں چراغوں کو روشنی بخش کر مالک حقیقی کی اجازت سے بجھ گیا۔

حال ہی میں حضرت مولانا سے راقم کی آخری ملاقات ۹ /فروری ۲۰۲۰ء میں ہوئی تھی، آپ کے پسماندگان میں اہلیہ ایک صاحبزادی اور چار صاحب زادے ہیں اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ اللہ مرحوم کے جملہ مساعئ جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے اور اعلی علیین میں جگہ عطاء فرمائیں پسماندگان اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازیں اور امت کے حق میں آپ کا نعم البدل عنایت فرمائیں آمین۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پے روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

تعزیت نامہ

محترم جناب ارشد صاحب و اولاد شیخ عبدالمنعم صاحب رحمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ تمام بخیر و عافیت ہوں گے۔

یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ سرزمین کوکن کی مشہور ترین شخصیت المرحوم حضرت مولانا سید شوکت علی نظیر صاحب کے عم زاد بھائی، سطح کوکن پر فقہ شافعی کی خدمات انجام دینے والی شخصیت، جامعہ حسینیہ عربیہ کے قدیم وعدیم المثال ناظم تعلیمات، کئی کتابوں کے مصنف جناب مولانا سید عبدالمنعم صاحب طویل علالت کے بعد بروز منگل 12 مئی۔ ماہِ رمضان کے عشرہ مغفرت میں اس دارِ فانی سے دارِ آخرت کی طرف کوچ کر گئے۔ إنا للہ و إنا إلیہ راجعون۔

بے شک یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ دنیا میں جو بھی آتا ہے وہ ایک متعین وقت لے کر آتا ہے، مرحوم کی شخصیت ہمیشہ دوسروں کے لئے اس حیثیت سے قابلِ تقلید اور نمونہ رہے گی کہ زندگی میں وہ جن اوصاف سے متصف تھے بہت ہی کم لوگ ان جیسے اوصاف سے متصف ہوتے ہیں، آپ کو فقہ شافعی سے غیر معمولی وابستگی تھی، جس کے ذریعہ قوم ملت کی صحیح رہنمائی کرنے میں ممتاز مقام رکھتے تھے، کوکن، ممبئی اور انگلینڈ میں اپنے خطابات اور تصانیف کے ذریعہ قوم وملت کی پچاس سال تک رہنمائی کرتے رہے۔ آپکی تصانیف میں مشہور ومعروف کتاب ''تعلیم الدین'' ہمارے طفلانہ دور کی نادر کتاب ہے جس کی ابتداء بلوغت کے مسائل سے اور انتہاء عقیقہ پر گویا بچہ کی سمجھداری سے لیکر ازدواجی زندگی میں منسلک ہونے کے بعد اس کے گھر میں پھول کھلنے تک تمام ضروری مسائل کا حل کیسا رہے گا۔

مذکورہ کتاب کوکن اور انگلینڈ میں اردو انگریزی میں پچھلے چالیس سال سے زائد مکاتب دینیہ کی رونق بنی ہوئی ہے۔ مرحوم بڑے دور اندیش، ملنسار، خوش مزاج، ہر دلعزیز تھے، طبیعت میں اتباع سنت، زہد واستغنا، منکسر المزاج، اپنے سے چھوٹوں پر شفقت ومحبت سے پیش آنا ان کا امتیازی وصف تھا، ہم ادارہ مرکز الامام الشافعی کی جانب سے مرحوم کے اعزاء واقارب اور اہلِ خانہ کے ساتھ ساتھ آپ سے منسلک جملہ احباب سے تعزیت پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرمائے، سیئات کو حسنات سے مبدل فرمائے، جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے، جملہ خدمات قبول فرمائے اور ہمیں بھی ان کے اوصاف اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین والسلام مع الاحترام

الاستاذ قاضی ریاض احمد قاضی رفیع الدین

ادارہ مرکز الامام الشافعی شریوردھن

23رمضان المبارک 1441ھ 15مئی 2020

قلبی احساسات

حضرت مولانا عبدالمنعم صاحب دامت برکاتہم کی تالیف ''روشنی کی طرف''میں عرض مرتب (مفتی فیاض احمد محمود برمارے حسینی) کے کچھ قلبی احساسات۔

آج سے پچیس سال قبل جب میرا داخلہ جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن میں ہوا تھا، اس زمانہ میں جامعہ میں آنے والے بزرگوں میں حضرت مولانا سید عبدالمنعم صاحب بھی تھے، اس وقت صغرسنی کی بناء پر مولانا سے کسی بھی قسم کا تعلق نہیں تھا، بس جب بھی دیدار ہوتا تو دل اللہ تعالی سے دعا کرتا کہ مجھے بھی مولانا کی طرح بنادے، ایک عرصہ تک مولانا سے کسی بھی قسم کی شناسائی نہ رہی، یہاں تک میرا تعلیمی سلسلہ مکمل ہوگیا، اللہ تعالی کی توفیق سے اور اساتذہ ووالدین کی دعا اور استاذ محترم مفتی رفیق صاحب کی ترغیب وترھیب کی بناء پر کچھ لکھنے کی عادت بھی ہوگئی تھی، لہذا فراغت کے بعد میں نے ایک مضمون بعنوان ''دودھ کے ڈبے اور ہماری مائیں'' لکھا اور یہ مضمون کوکن کی آواز کے ذریعہ مولانا تک ''یوکے'' پہنچا، اسی مضمون نے مجھے مولانا سے متعارف کرایا، اسی وقت رفیق محترم مولانا داود ہرنیکر صاحب سے بھی پرانا تعلق تازہ ہوگیا تھا، پھر مولانا سے کسی نہ کسی بہانہ تعلق قائم ہوتا رہا اور متعدد بار ملاقات کا موقع بھی نصیب ہوا، لیکن مولانا کی معمولی خدمت بھی حصہ میں نہیں آئی تھی۔

میری کتاب ''نقوش فکر'' کی اشاعت کے بعد ایک شام مولانا داود ہرنیکر صاحب کا فون آیا جنھوں نے نقوش فکر کی طباعت میں بڑا تعاون کیا تھا، سلام کے بعد مولانا نے حضرت مولانا سید عبدالنعم صاحب کے مضامین کو کتابی شکل دینے کی خواہش کا اظہار کیا، میں نے ان سے

مختصر معلومات لینے کے بعد اس کام کو مکمل کرنے کا وعدہ کیا کہ اس بہانے زندگی میں مولانا کی علمی خدمت کی سعادت نصیب ہوگی، اللہ تعالی کا نام لے کام شروع کیا، مواد کا کچھ حصہ پہلے ہی سے کمپوز تھا اور بعض کی کمپوزنگ باقی تھی، جب میں نے مولانا کے مضامین کا مسودہ حاصل کیا تو میں دنگ رہ گیا کہ مولانا نے ایک ایک مضمون کو کتابچہ کی شکل میں تحریر فرمایا ہے، قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبویہ کی روشنی میں ایک طرف اللہ کی قدرت کی نشانیوں کا نقشہ کھینچا ہے تو دوسری طرف سائنس اور جغرافیائی معلومات کو پیش کر کے اللہ کی عظمت و کبریائی کو بہت ہی نرالے اور اچھوتے انداز میں بیان فرمایا ہے، ان مضامین میں مولانا کے طویل اور وسیع تجربہ کا بھی بہت بڑا دخل ہے، اس لئے کہ مولانا کی پوری زندگی قرآن وحدیث سے خوشہ چینی میں ہی گذری ہے، بسا اوقات مولانا نے دلائل سے جو استدلالات پیش کئے ہیں وہ آپ کے طویل مطالعہ کی غمازی کررہے ہیں، آپ نے چوں کہ ایک طویل مدت تک امامت وخطابت کی ذمہ داری بھی نبھائی ہے جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ آپ کو مختلف قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑا ہوگا، اس عرصہ میں امت کے حالات کا آپ نے گہرائی سے جائزہ لیا ہے اور امت کی ضرورت اور علاج پر غور وفکر کیا ہے، یہی فکر اور امت کے تئیں آپ کے جو احساسات ہیں، ان کو آپ نے صفحات پر بکھیر دیا ہے، یہ مضامین صرف مدارس کے فارغین اور علماء کے لئے ہی مفید نہیں بل کہ دنیوی تعلیم یافتہ اور دین بیزار لوگوں کے لئے بھی بے انتہا سودمند ثابت ہوں گے، مجھ جیسا کم علم مولانا کے مضامین کی حقیقت کو تو نہیں پہنچ سکتا لیکن چوں کہ مجھے بار بار ان مضامین کے پڑھنے کا موقع ملا ہے، جس کی بناء پر خود مجھے فائدہ محسوس ہوا اور میرے دل پر ان مضامین نے جو اثرات مرتب کئے ہیں ان کو میں نے اس لئے ذکر کئے ہیں کہ ان کو ذکر نہ کرنا احسان فراموشی ہے۔

یہ مضامین چوں کہ طویل تھے اور ایک ہی مضمون میں مختلف قسم کا مواد شامل تھا، فقیر نے

مولانا داود ہرنیکر صاحب کے مشورہ سے ان کو الگ الگ عنوان کے تحت تقسیم کرنے کی حقیر کوشش کی ہے،ضرورت کے بقدر ذیلی عناوین دینے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے،بہت سی جگھوں پر مولانا نے قرآنی آیات کا عربی متن نقل کیا ہے اور بعض موقعوں پر صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے ان دونوں ہی مقامات پر حوالہ دینے کی حتی المقدور سعی کی گئی،احادیث مبارکہ میں بھی یہی انداز اختیار کیا گیا ہے،اکثر واقعات کا حوالہ بھی کتب تاریخ سے نقل کیا گیا ہے،چوں کہ یہ مضامین الگ اوقات میں لکھے گئے تھے،اس لئے بعض باتیں مکرر بھی تھیں،لہذا ان کو حذف کردیا گیا ہے،اس ترتیب کے ساتھ جب کام ایک مرحلہ تک پہنچا تو کتاب کے اکثر حصہ کو مصنف باکمال حضرت مولانا نے بنظر غائر دیکھا،غلطیوں کی اصلاح فرمائی اور خوشی کا اظہار فرمایا۔

کتاب کی تکمیل کے بعد اس کی تصحیح کی میں نے حتی الامکان کوشش کی،ساتھ ہی بطور احتیاط رفیق محترم مولانا ضمیر احمد صاحب رشادی (استاذ حدیث جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور) اور مولانا عبدالعلیم صاحب خطیب ندوی بھٹکلی (استاذ حدیث وادب جامعہ اسلامیہ بھٹکل) کو اس کتاب کی پروف ریڈنگ کی ذمہ داری سونپی گئی،ان دونوں حضرات کا میں مشکور ہوں کہ انھوں نے ہمارا علمی تعاون فرمایا،نیز مولانا عبدالسلام نجے صاحب بھی قابل شکر ہیں کہ ان کے تعاون سے میرا کام کسی قدر آسان ہوگیا،اسی طرح مصنف،مرتب اور ناشر کی طرح قابل شکر ہیں حضرت مولانا عبدالسلام صاحب حجو فلاحی (سابق استاذ حدیث جامعہ حسینیہ عربیہ شریوردھن) اور حضرت مولانا عبدالسلام صاحب خطیب ندوی بھٹکلی (استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کہ ان حضرات میں سے اول الذکر نے مقدمہ اور ثانی الذکر نے تقریظ تحریر فرما کر مرتب کی شکستہ ترتیب کو زینت بخشی،خصوصیت کے ساتھ میں مولانا ابراہیم صاحب جامعی رتنا گیری کا بے انتہا مشکور ہوں کہ ان کا ابتدا سے لے کر انتہاء تک ہر قسم کا تعاون حاصل رہا،ان کے علاوہ

جن عزیزوں نے اس کتاب کی تیاری میں ہمارا تعاون کیا ہے، یہ سب عند اللہ انشاء اللہ اجر کے مستحق ہیں، اپنی طاقت بھر محنت کے باوجود بھی اس کتاب میں غلطی کا امکان ہے، اگر اس پر آپ کی نظر پڑے تو اس کا قصور راقم اثم کی طرف منسوب ہے، نہ کہ مصنف کی طرف، اس موقع پر مولانا داود ہرنیکر صاحب سب سے زیادہ شکر کے قابل ہیں کہ انھوں نے مجھ جیسے کمزور کو اس کام کے لئے مناسب سمجھا اور یہ کام میرے سپرد کیا اللہ تعالی ان کو اس کا اجر عطا فرمائے، میں اللہ تعالی سے امید کرتا ہوں کہ یہ کتاب ہر ایک کے لئے روشنی کا سبب بنے گی اور ہماری نجات کا ذریعہ ہوگی۔

میں اس علمی کام کی تکمیل پر اپنے والدین اور جامعہ حسینیہ کے اپنے تمام اساتذہ کے حق میں خصوصا مخدومی ومربی مفتی نذیر احمد کرجیکر صاحب کے لئے بھی دعا گو ہوں کہ ان کی قربانیوں اور دعاؤں کی بناء پر اللہ تعالی نے بغیر استحقاق کے بھی دینی نسبت کے ساتھ جوڑے رکھا ہے، اللہ تعالی انھیں اس کا بھرپور بدلہ عطا فرمائے اور اس کتاب کو خوب مقبولیت عطا فرمائے۔

فیاض احمد حسینی

استاذ جامعہ ضیاء العلوم کنڈلور

فضیلۃ الشیخ سیّد عبدالمنعم نظیر کا فکر انگیز خطاب

(2012 کوکن ایڈ فو نڈیشن لنڈن کے ایک پروگرام میں حضرت مولانا سیدعبدالمنعم صاحب نے پرمغز خطاب کیا تھا جس کو افادۂ عام کے لئے مولانا داؤد حسین ہرنیکر نے کمپوز کر کے پیش کیا ہے۔)

الحمد للّٰہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین الصطفیٰ۔ امّا بعد

ہینڈن مسجد اور کوکن ایڈ فو نڈیشن کے صدر، وسیکریٹری صاحبان اور عزیزانِ ملت وقابل احترام علماء کرام، اور حُفّاظِ عظام السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

آج کا دن عید کی سی خوشی کا دن ہے، ہندوستان میں عید کے موقع پر اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو عید کارڈ بھیجا کرتے تھے۔ اس پر یہ شعر لکھا ہوتا تھا۔

عید کی سچی خوشی تو دوستوں کی دید ہے

بالکل سچ ہے دوستوں سے ملنا ملانا ہی سچی خوشی ہے۔

آج گرچہ عید کا دن نہیں ہے مگر چاروں طرف سے اہلِ وطن ایک چھت کے نیچے جمع ہوئے ہیں، لھٰذا دل باغ باغ ہو رہا ہے اور خوشی سے نہال ہو رہا ہوں، بھائیو! آپ کا آنا مبارک ہو اور ہمیشہ اسی طرح ملتے رہیں ایسی میری دعاء ہے۔ آمین

برادرانِ ملت! میں نے یوکے میں، بلکہ صرف لندن میں زندگی کے بائیس 22 / سال گنوا وے۔ بس ایک کھوٹے سے بندھا رہا اور آپ لوگوں کی خدمت نہ کر سکا۔ یہ میری اپنی کمزوری تھی۔ لیکن شِکوہ آپ سے بھی ہے کہ آپ نے مجھے جگا یا نہیں، اب جبکہ بہت جلد آپ

سے رخصت ہوا چاہتا ہوں، چند بنیادی باتیں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔

حضراتِ محترم! آپ حضرات میں کچھ ایسے افراد ہیں جو انڈیا سے ایسٹ افریقہ گئے پھر یوکے آئے کچھ ایسے افراد ہیں جو انڈیا سے براہِ راست یوکے کی سرزمین پر وارِد ہوئے اور زیادہ تر ایسے افراد ہیں جو یہیں پیدا ہوئے، اب کوئی افریقہ سے آئے یا انڈیا سے آئے سب کا مقصد تلاشِ روزگار ہے اور اسی کی تلاش میں آئے دن لاکھوں لوگ سردھڑ کی بازی لگا کر انگلینڈ آرہے ہیں، تلاشِ رزق میں وطن سے باہر نکلنا بُرا نہیں ہے، ہر جاندار اپنا رزق تلاش کرتا ہے پھر جہاں بھی میسر ہو، علامہ اقبال نے ٹھیک ہی کہا تھا۔

ہندی ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

اللہ تعالیٰ نے بھی یہی فرمایا: جب نماز پڑھ لی، اب زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو، مجھے معاف کریں تو عرض کروں کہ ہم دو میں سے ایک کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پہلے نماز پڑھو پھر رزق ڈھونڈو۔ ہم پہلا کام نہیں کرتے صرف تلاشِ رزق میں لگے ہیں۔ علامّہ اقبال نے کہا:

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیرِ امم کیا ہے
شمشیر وسناں اول طاؤس ورباب آخر

علامّہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قومیں تب ہی ترقی کی راہ چل سکتی ہیں جبکہ وہ عیّاشی نہ کریں، بلکہ ہردم دمادم محنت کریں آپ کو یاد دلادوں کہ مسلمانوں نے ابتدائی چند سالوں میں آدھی سے زیادہ دنیا فتح کی تو انکے پاس کوئی سائنسی ٹیکنالوجی نہیں تھی بلکہ ڈھال اور تلوار اور تسبیح و مصلی تھا، آج مسلمان جس پستی سے گزر رہے ہیں وہ مغربی ممالک کی ترقی دیکھ کر اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ مسلمان اس لئے پستی میں ہیں کہ انھوں نے سائنسی تعلیم حاصل نہیں کی، آپ اس غلط فہمی سے

جتنا جلدی چھٹکارہ پائیں اتنا بہتر ہوگا۔آپ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں، مسلمانوں نے جب آدھی سے زیادہ دنیا کو فتح کیا تو ان کے ہاتھ میں صرف ڈھال اور تلوار اور تسبیح و مصلٰی تھا، نہ سائنس وٹیکنالوجی، پھر سائنسی علوم سیکھے،تب یورپ والے جنگلی انسانوں کی طرح زندگی بسر کر رہے تھے، مسلمانوں نے انہیں تعلیم وتہذیب سے آراستہ کیا اور خود عیش میں پڑ گئے تب ترقی کا پہیہ اُلٹا گھومنے لگا۔کل جو آقا تھے وہ غلام بن گئے ۔اور غلام آقا بن گئے ، مجھے بتایئے کہ ۵۷ /مسلم ملکوں کو اللہ نے تیل کی دولت سے نوازا ہے پھر کیوں ترقی نہیں کررہے ہیں؟ انکا ہاتھ کس نے روکا ہے؟

میرے بھائیو: آؤ میں تمھیں بتادوں کہ زندگی کا مقصد کیا ہے؟ آپ زمین سے آسمان تک نگاہ ڈالئے ! کیا کائنات اتنی سی ہے؟ نہیں ! کائنات اس سے کہیں بڑی ہے جو دکھائی دیتی ہے،آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں اس کائنات میں لاکھوں نوری سال [لائٹ ایر] کی دوری پر اربوں ستاروں پر مشتمل کہکشائیں ہیں اور اربوں میل دور سورج سے ہزاروں گُنا سیّارے ہیں۔

تب یہ کائنات کتنی بڑی ہے؟ اس کا اندازہ کمپیوٹر سے کیجئے اور ذرا شمار کر کے بتایئے کہ اس وسیع تر کائنات میں مخلوقات کتنی ہیں؟ اربوں کھربوں مخلوقات میں کچھ اتنی چھوٹی ہیں کہ خورد بین [مائیکرواسکوب] سے بھی دکھائی نہیں دیتے اور کچھ اتنی بڑی ہیں کہ ٹیلی سکوپ انکا احاطہ نہیں کرسکتے ۔

جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے معراج کے سفر میں ایک فوج دیکھی جنکے پیر زمین پر اور سر آسمان سے اوپر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت جبریلؑ سے دریافت فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبریلؑ نے جواب دیا، یہ اللہ تعالٰی کی فوج ہے۔جس کا اللہ نے کلامِ پاک میں ذکر فرمایا:

’’وللہ جنود السمٰوت الارض ‘‘ اللہ کے زمین وآسمان میں کچھ لشکر ہیں۔

حضرت جبریلؑ کا قد بھی کتنا ہی بڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے صرف ایک مرتبہ اصلی شکل میں تشریف لائے تھے، ان کے چھ سو پر ہیں، صرف دو پر کھولے تو مشرق سے مغرب کو ڈھانپ دیا تھا، اب سوال یہ ہے کہ اس قدر چھوٹی سی چھوٹی اور بڑی سے بڑی اربوں کھربوں کی تعداد میں مخلوقات ہیں جو اللہ کی قدرت کا شاہکار ہیں، پھر اِس کائنات میں کس چیز کی کمی تھی؟

جب اللہ نے انسان کو پیدا کرنے کا ارادہ فرشتوں کے سامنے ظاہر فرمایا، تو فرشتوں نے یہی سوال کیا کہ ہم جو ہر لمحہ تیری حمد و ثنا کرتے ہیں پھر انسان کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ فرشتے تو ہر آن ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہی ہیں، کائنات کی ہر چیز اللہ کی حمد و ثنا کرتی ہے جیسا کہ اللہ نے خود فرمایا: ''**وان من شیءالا یسبح بحمدہ ولٰکن لا تفقھون تسبیحھم**'' کائنات میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ کی تسبیح نہ پڑھتی ہو مگر تم انکی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

ہاں! تو اب بتائیے کہ اس کائنات میں انسان کو پیدا کرنے کی کوئی گنجائش تھی؟ کس مقصد سے اسے پیدا کیا گیا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کرنے کے بعد سارے عُلوم سے اُنکا سینہ بھر دیا اور فرشتوں کو جواب مل گیا! جواب یہ مل گیا کہ کائنات میں اربوں کھربوں مخلوقات ہیں، مگر کوئی اللہ کا خلیفہ نہیں بن سکتا اسلئے کہ خلافت کے لئے علم اور عقل چاہئے اور کسی مخلوق کو نہ علم ہے نہ عقل ہے۔

اے لوگو! نوٹ کر لو! کہ ہم کوئی معمولی مخلوق نہیں ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں وائسرائے ہیں۔

عزیز بھائیو! کچھ دیر کیلئے ہر طرف سے اپنے ذہن کو فارغ کر کے اپنے آپ سے صرف ایک سوال کریں؟ اے بندہ خدا! کیا تجھے پتہ ہے کہ تو کون ہے؟؟؟ شاید آپ کو صرف یہ جواب ملے گا کہ میں اللہ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہوں۔ ''غلط'' صرف مخلوق نہیں بلکہ اشرف

المخلوقات ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے انسان بنایا، مجھے علم و عقل عطاء کیا اور مجھے ایمان کی دولت سے نوازا اور ساری مخلوق میں سے چُن کر مجھے بلند ترین مقام عطاء کر کے اپنا خلیفہ اور وائسرائے بنایا تو میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوں، میں اللہ تعالیٰ کا وائسرائے ہوں۔

اب بتائیے کہ وائسرائے کا بیج سینہ پر سجانا کافی ہے؟ کیا وائسرائے دوکانداری کرتا ہے؟ وائسرائے کے ذمہ بہت اہم کام ہوتا ہے، مملکت کے امور سرانجام دینا اور لاء اینڈ آرڈر قائم کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''**ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر**'' تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ہی چاہے جو لوگوں کو اچھے کام کی دعوت دے، نیک کام کا حکم کرے اور بڑائی سے روکے۔

اور فرمایا: ''**یایھا الذین اٰمنوا قُوا انفسکم و اھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ**'' اے ایمان والو! خود کو اور اپنی اولاد کو جہنم کی آگ سے بچاو اس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

اور فرمایا: ''**یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ والتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون**'' اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو۔ اور ہر شخص خود کو چیک کرے کہ اس نے کل کیلئے کیا توشہ بھیجا ہے اور تقویٰ اختیار کرو اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔

دیکھا آپ نے وائسرائے صاحب کی کیا ذمہ داری ہے؟ اب آپ پوچھیں گے کہ وائسرائے کیلئے کھانے پینے کا کیا انتظام ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کائنات میں جو بھی جاندار ہے، اسکی روزی میرے ذمے ہے اور فرمایا: بعض جاندار ایسے ہیں جو اپنا رزق خود حاصل نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ انھیں رزق پہونچاتے ہیں اور فرمایا: جو تقویٰ اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کے

لئے ایک راستہ کھول دیں گے اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہونچائیں گے کہ اسے اس کا گمان تک نہ ہوگا اور فرمایا: جو اللہ پر بھروسہ کرے اللہ اس کے لئے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات اور کائنات کی ہر چیز انسانوں کے لئے پیدا کی ہے۔فرمایا: جو کچھ زمین و آسمان میں ہے تمھارے لئے پیدا کیا، زمین و آسمان چاند سورج تمھارے تابع کردئے ،سمندر اسکی مچھلیاں تمھارے لئے ،خشکی کے جانورں کو تمھارے تابع کردیا ،تم ان پر سواری کرو، انکا گوشت کھالو، اور ہم آسمان سے پانی تمھارے لئے برساتے ہیں وہ پینے کے کام آتا ہے اور اس کے ذریعہ زمین سے اناج اور پھل پھول تمھارے لئے اگاتے ہیں اور گھانس تمھارے جانورں کے لئے ،آپ کہیں گے کہ یہ سب کچھ محنت اور کوشش کے بغیر پیٹ میں نہیں جائیگا۔

ساری زندگی کمانے اور کھانے میں بیت جائیگی ، پھر وائسرائے صاحب کو اپنی ذمہ داری پوری کرنے کیلئے وقت کہاں بچ سکتا ہے؟ ضرور بچ سکتا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ ہم پر ذمہ داری نہ ڈالتے ،آپ روزمرہ کے چوبیس گھنٹے تین حصوں میں بانٹ دیجئے ،آٹھ گھنٹے تلاشِ رزق کیلئے ،آٹھ گھنٹے اہل وعیال اور عوام کی خدمت اور عبادت کے لئے اور آٹھ گھنٹے آرام کے لئے ،مسئلہ حل ہوگیا۔آپ یہ بھی تو سوچئے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کس کیلئے بنائی ہے؟ ہم انسانوں کے لئے ، اس کے لئے توشہ بھی تو چاہئے ۔اسی طرف اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ، اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور ہر شخص خود کو چیک کرے کہ اس نے کل کیلئے کیا توشہ بھیج دیا ہے۔اور بس تقویٰ اختیار کرو۔

حاضرینِ کرام : اب میں آپکی توجہ اللہ تعالیٰ کے بڑے انعام کی طرف پھیرنا چاہتا ہوں، یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعامات ہم پر بے شمار ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’وان تعدوا نعمة

اللہ لا تحصوھا'' اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے ، اللہ تعالیٰ نے ہمیں خلیفہ بنایا اور ساری کائنات ہمارے تابع کر دی یہ معمولی بات تو نہیں ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایک اور بڑی نعمت بخشی ، اور وہ ہے علم، یہ علم ہی کی نعمت کا کرشمہ ہے کہ ہم ساری کائنات یہاں تک کہ فرشتوں سے بھی ممتاز ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر فرشتوں نے آدم کو سجدہ کر کے تعظیم کا سلیوٹ کیا۔ { گارڈ آف آنر دیا}

پھر ہماری رہنمائی کے لیے رسولوں کا سلسلہ جاری کیا اور ان کے ذریعے ہمیں سیدھا اور صحیح راستہ بتایا، اب دنیا میں کتنے علوم ہیں اس کا آپ کو مجھ سے زیادہ علم ہے، مگر اللہ کو راضی کر نے اور آخرت میں کامیاب ہونے کا گُر بتانے والا صرف قرآن کا علم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم أیتہ وھزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ'' اللہ تعالیٰ کا مومنین پر بڑا احسان ہے کہ اس نے ان ہی میں سے ایک بندے کو اپنا پیغامبر بنایا تا کہ اللہ کی کتاب انکو سنائے ، انکے قلوب کو پاکیزہ بنائے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے۔

حضراتِ محترم ! جیسا کہ میں نے عرض کیا دنیا میں علوم تو بہت ہیں مگر کوئی چاہے بی اے، ایم اے، ایل ایل بی ہو یا اس سے بڑی ڈگری حاصل کرے وہ کسی کی ایسی رہنمائی نہیں کر سکتا کہ وہ اللہ کو راضی کرے اور اللہ اس سے راضی ہو، صرف قرآن کی تعلیم ہی ایسی رہنمائی کر سکتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیا وہ ساری کائنات میں سے بہتر لوگ ہیں ، ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسی جنت تیار کر رکھی ہے جس میں نہریں بہتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ بھی اللہ سے راضی ہو گئے، یہ درجہ ان لوگوں کو حاصل ہوگا جو اپنے رب [کی نافرمانی] سے ڈریں، لھٰذا چاہے کوئی بی اے،، ایل ایل

بی ہو، ڈاکٹریت کی ڈگری حاصل کی ہو، اسے قرآن کا علم حاصل کرنا ازبس ضروری ہے۔

اے میرے ہم وطن بھائیو! آپ شاید جانتے ہی ہوں گے کہ کوکن میں ایک طویل عرصہ تک نہ دنیوی تعلیم کا انتظام تھا، نہ ہی دینی، اسی لئے ہمارے بھائی کوکنی کہلاتے ہوئے شرماتے تھے، مگر اب شرمانے کی ضرورت نہیں ہے، اب کوکن کی وادی علم کی روشنی سے جگمگا رہی ہے، ہائی اسکولیں، کالجز، آئی، ٹی، انجینیرنگ کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کے پچیس [25] سے زیادہ مدرسے ہیں، ڈاکٹر، وکیل، انجنیر، کے ساتھ ساتھ علُماء اور حفّاظ کی ریل پیل ہے، لڑکیاں بھی سینکڑوں کی تعداد میں عالمہ اور حافظہ قرآن بنیں ہیں، شاید اسی کا رِفلیکس انگلینڈ پر ہوا اور الحمدللہ یہاں بھی کئی کوکنی بچے عالم و حافظ بن گئے ہیں اور کئی بچیاں عالمہ بنیں۔ آج یو کے میں ستر ۷۰ سے زیادہ عالم اور حافظ موجود ہیں، ان میں کچھ مفتی بھی ہیں اور تقریبا پندرہ ۱۵ لڑکیاں عالمہ ہیں۔

لھذا یہاں بسنے والے کوکنی بھائیوں کے لئے یہ بہت بڑی خوشخبری ہے، اب کوئی اسکیوز نہیں چلے گا، اپنے بچوں کو دین کی بھرپور تعلیم دلائیے، ورنہ ہمارے بچے راستہ بھٹک کر ہمارے لئے وبالِ جان بنیں گے، کل قیامت کے دن ہمارے کاندھوں پر سوار ہو کر ہمیں اسی طرف لے جائیں گے، جس سے بچنے اور اپنے بچوں کو بچانے کا اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے، بچے کہیں گے ابّا جی تم نے ہمیں دینی تعلیم و تربیت نہیں دی، اب اُدھر چلو جہاں ہم دونوں کا ٹھکانہ ہے اور وہ جہنم ہے، اللہ تعالےٰ ہماری حفاظت کرے آمین۔

اس لئے جاگو بھی اور جگاؤ بھی

وآخرُ دعوانا انِ الحمدُللہ ربِّ العٰلمین

کلیدی خطبہ

(2012 میں مسجد الفلاح برمنگھم میں علماء کونسل کی پہلی میٹنگ میں فضیلۃ الشیخ سید عبدالمنعم صاحب نظیر کا وہ پُرمغز اور دل دوز کلیدی خطبۂ صدارت جس کو حضرت نے اپنی پُرنم آنکھوں سے سامعین کے گوش گذار کیا تھا۔وہ قارئین کے پیشِ خدمت ہیں۔)

عزیزانِ ملت علماء اکرام اور دیگر معزز سامعین! سب سے پہلے میں آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آج کی مجلس میں آپ حضرات نے مجھ ناچیز کو شرکت کا موقعہ دیا۔

مجھے آج کا دن بڑا ہی مبارک اور پرمسرت لگ رہا ہے کہ آج یوکے میں موجود علماء کرام ایک جگہ جمع ہوگئے ہیں،اور جمع ہونے کا مقصد خوردونوش نہیں ہے، بلکہ مستقبل کے لیے لائحہ عمل طے کرنا ہے،لھٰذا یہ اجتماع بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

میری نظر میں وہ شخصیت زیادہ قابل قدر ہے جس کے ذہن میں مستقبل کی فکر آئی اور آج کا پروگرام مرتب کیا، سچی بات تو یہ ہے کہ وہی قومیں زندگی کے سفر میں ترقی کرتی ہیں جو مستقبل کی فکر کرتی ہیں اور راہیں تلاش کرتی ہیں، دیکھیے:انسان نے سائنسی میدان میں کتنی ترقی کی کہ زندگی کے مشکل ترین کام آسان تر ہوگئے، اگر انسان زندگی کے مسائل کو آسان سے آسان تر بنانے کی نہ سوچتا تو مشکلات کی گرھیں نہ کھلتیں،اگر انسان تحقیق وجستجو اور ایجادواختراع کا نہ سوچتا تو آج بھی پتھر کے زمانے ہی میں رہتا۔

یہی کیفیت دین کی تعمیر وترقی کے سلسلہ میں صحابہؓ میں پیدا ہوئی تھی،اسکی مثال حضرت

ابن عباس کا واقعہ ہے، حضرت ابن عباس نے سنہ ۸ ھجری میں فتح مکہ مکرمہ کے بعد اپنے خاندان کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کی، مدینہ منورہ میں آنے کے بعد انکی فطری خواہش تھی کہ زیادہ سے زیادہ وقت جنابِ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہیں، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دین سیکھیں، جیسا کہ اصحابِ صُفہ نے مسجدِ نبوی میں ڈیرہ ڈالا تھا، مقصد یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست علم دین سیکھیں، اسی لئے حضرت ابو ہریرہؓ کو تمام صحابہ کرامؓ سے زیادہ احادیث یاد تھیں، اور جب صحابہ کرامؓ اعتراض کرتے کہ تم بہت دیر سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے پھر تمہیں اتنی حدیثیں کیسے یاد ہوئیں؟ کہیں تم اپنی طرف سے تو نہیں گڑھتے؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ تم لوگ کاروبار میں مصروف رہتے تھے اور میں ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چوکٹ پر پڑا رہتا تھا۔

ہاں: تو حِبرُ الامۃ حضرت ابن عباسؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اسوقت انکی عمر دس سال تھی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو سال کے بعد وفات ہوگئ، لھذا حضرت ابن عباسؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ سیکھنے کا کم تر ہی موقعہ ملا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد سوچا کہ صحابہ کرامؓ کے پاس جا جا کر ان سے وہ سب کچھ سیکھ لے جو انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے ہمعصروں سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا اور انھیں بھی آمادہ کرنا چاہا، مگر انھوں نے انکا مزاق اڑایا کہ ابھی ہم بچے ہیں، بڑے بڑے صحابہؓ کے ہوتے ہوئے ہم سے کون مسائل پوچھے گا؟ اس لئے انھوں نے اس خیال کو جھٹک دیا، مگر حضرت ابن عباسؓ کے دل سے یہ خیال نہ نکل سکا۔ وہ صحابہ کرامؓ کے در پے جا جا کر ان سے احادیث سنتے اور یاد کرتے تھے، پھر وہ وقت آیا کہ حضرت ابن عباسؓ کو حِبرُ الامت کا خطاب ملا۔

حضرت عمرؓ ان سے مسائل پوچھتے اور فرماتے: ''لقد علمت ما لم نعلم'' تم نے وہ علم حاصل کیا جو ہم نے نہیں سیکھا، صحابہ کرام کے بعد تابعین اور تبع تابعین نے اس شمع کو جلائے رکھا اور مسائل کی گتھیاں سُلجھانے میں مصروف رہے یہاں تک کے ائمہ کرام نے اس کام کی تکمیل کی، اگر صحابہ کرامؓ کے بعد سے اسکی فکر نہ کی جاتی تو ممکن تھا کہ ہم تک قرآن وحدیث بھی صحیح حالت میں نہ پہنچ پاتا، امیر مینائی کا ایک شعر ہے۔

امیر جمع ہیں احباب دردِ دل کہہ لے

پھر التفاتِ دل دوستاں رہے نہ رہے

اللہ تعالیٰ کے منظور نظر اور چُنندہ افراد آج جبکہ یو کے کے چاروں گوشوں میں چُھپے ہوئے عُلماء اور حُفّاظ یہاں جمع ہیں اور ایک خاص مقصد کے تحت جمع ہیں، لھٰذا میں اس موقع کی نسبت سے چند باتیں گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔

آج جو علُماء اور حُفّاظ یہاں جمع ہیں، آپ میں دو قسم کے اشخاص ہیں، ایک قسم جو انڈیا سے یہاں آئے ہیں، دوسری قسم جو یہیں پیدا ہوئے اور یہیں علم حاصل کیا، دونوں قسم کے اشخاص اور علماء وحُفاظ قابلِ مبارکباد ہیں، اس لیے کہ آپ سب اللہ تعالیٰ کے منظور نظر اور چُنندہ ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں میں سے اہلِ ایمان کو چُن لیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ''ھو اجتباکم'' اُس نے تم کو چُن لیا ہے، اِسی طرح اہلِ ایمان میں سے ہمیں دین کا علم حاصل کرنے کیلیئے چُن لیا ہے، یہ تو بالکل واضح بات ہے کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں کہ

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کی بات نہیں

ہم پر بھاری ذمہ داری ہے، لھٰذا ہمیں اس بات پر خوش ہونا چاہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں علمِ دین کیلیئے چن لیا، اسی کے ساتھ اسکا ہر دم خیال رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر ایک بھاری

ذمہ داری ڈالی ہے،وہ ذمہ داری لوگوں تک اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات پہونچانا، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''ولتکن مِنکم امۃُ یدعون الی الخیر''یعنی تم میں ایک جماعت ایسی ہونا چاہے جو خیر کی دعوت دے اور بُرائیوں سے روکے۔اور فرمایا:''فلو لا نفر من کُلِ فِرقۃ طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذِرُوا قومھُم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون'' ہر فرقہ سے کچھ لوگ دین کی فقہ حاصل کرنے کیوں نہیں نکلتے تاکہ وہ لوٹنے کے بعد اپنی قوم کو انجامِ کار سے ڈرائیں،تو وہ انجام بد سے بچ جائیں۔ان دونوں آیتوں نے ہم پر بھاری ذمہ داری ڈالدی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو علم دین عطاء کیا ہے اسکی روشنی میں ہم لوگوں کو راہِ راست بتائیں۔

پُرانی ذہنیت کے قیدی:

حضراتِ علماء اکرام! یوکے میں آپ پر ایک نہیں،کئی قسم کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم قرآنِ حکیم اور ارشاداتِ نبوی میں حکمت بھری باتوں کو سمجھنے کی کوشش کریں، دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ آج کی دنیا کے حالات اور انکے تقاضوں کو سمجھنے کی کوشش کریں، آپکے مخاطب کئی قسم کے لوگ ہوں گے، ایک وہ جو بڑی عمر کے ہیں اور انھوں نے دین و دنیا کی تعلیم حاصل نہیں کی ہے اور پُرانی ذہنیت کے قیدی ہیں،ایک وہ ہوں گے جو تعلیم یافتہ ہونگے مگر صرف دنیوی تعلیم حاصل کی ہوگی۔صرف روزگار حاصل کرنے کی حد تک جنھیں ورکنگ کلاس کے لوگ کہہ سکتے ہیں یہ بھی ایک خاص سوچ کے حامل ہونگے۔ایک قسم نوجوانوں کی ہے جو یونیورسٹیوں تک تعلیم حاصل کر چکے ہونگے۔مگر وہ بھی یا تو روزگار کے چکر میں پھنسے ہونگے یا کمپیوٹر و انٹرنیٹ وغیرہ کے چسکہ کے عادی ہونگے،وہ سر اٹھا کر نہ آپ کو دیکھنا پسند کرینگے نہ سننا، کچھ نوجوان غلط راہ پر چل کر شراب اور چوری کے عادی بنکر جیل میں پڑے

ہونگے اور ایک اور طبقہ وہ بھی ہوگا جن کا ذہن یہ بنا ہوگا کہ ائمہ کی تقلید کیوں کریں صرف قرآن وحدیث پر عمل کریں۔

علم وفہم کی پختگی وسیع مطالعہ میں مُضمر ہے:

ان سارے طبقات کے جوسوالات آپکے سامنے آئیں گے وہ آپکو حیران بھی کریں گے اور ہراساں بھی کریں گے مگر ہراساں ہوکر میدان چھوڑ کر بھاگنا نہیں ہے، بلکہ اپنے علم وفہم میں پختگی حاصل کرنا ہوگا۔اور علم وفہم میں پختگی حاصل کرنے کے لیے ایک طویل عمر اور وسیع مطالعہ چاہئے ، جولوگ بڑے عالم ودانشور اور مصنف بنے وہ مدرسہ کی سند لیتے ہی نہیں بنے، بلکہ انھوں نے علم کے وسیع صحرا کی خاک چھانی، انکے قدم صحرا نوردی میں زخمی ہوئے ،انھوں نے تاریخ کا مطالعہ کیا،قوموں کی نفسیات کا مطالعہ کیا،قوموں کی فطری اور اخلاقی کمزوری کا مطالعہ کیا اور ان کا علاج قرآن وسنت میں تلاش کیا،قرآن کی تفسیروں اور احادیث نبوی کی تشریحات میں تلاش کیا، گونا گوں ائمہ وعلماء اعلام کی سیرت اور انکی تصنیفات کا مطالعہ کیا۔

امام شافعی کا مسندِ اِفتاء پر فائز ہونا:

انھوں نے اپنے آپ کو مصائب اور مشکلات اور تجربات کی بھٹی میں جھونک کر جلا کر خاک کیا۔تب وہ کندن بنکر رہنما، رہبر اور پیشوا بنے، کچھ لوگ بلکہ بہت ہی کم لوگ ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے علمِ لدُنّی سے مالا مال کیا، جیسے امام شافعی کہ پندرہ سال کی عمر میں امام مالک نے فرمایا: ’’یا اباعبداللہ قد حان لک ان تفتی ‘‘ اور امام شافعی ایک مرتبہ بنِ عیینہ کے درس میں بیہوش ہوگئے ۔ساتھی سمجھے کہ انکی وفات ہوگئی تو استاذ محترم نے کہا: ’’اِن مات الشّافعِی فقد مات افضلُ الزمان ‘‘ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم امام شافعی کے مُقلدین میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو فقہِ شافعی کو حیاتِ نو بخشنے کے لیے چنا۔

شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی آمد اور بہارِ کوکن:

کوکن میں کوئی دینی درسگاہ نہیں تھی اور لمبے عرصہ تک دینی درسگاہ کے قیام کے کوئی آثار نہیں تھے، اللہ تعالیٰ نے کچھ بندوں کو چن لیا تا کہ علم دین حاصل کریں، پھر حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے قدمِ مبارک شریوردھن پر پڑے اور انکی مبارک زبان سے جو کلمات نکلے۔ انہیں المرحوم حاجی عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دل میں جگہ دی، اور مدرسہ کے قیام کا عزم کیا اور ازہرِ کوکن جامعہ حسینیہ قائم ہوا، اور بے سروسامانی کے عالم میں قائم ہوا، مگر اللہ تعالیٰ نے قبولیت بخشی، آج پچیس سے زائد مدارس پورے کوکن میں قائم ہو گئے جن میں کئی تو لڑکیوں کے مدرسے ہیں، اور آج پچاّس 50 سے زائد کوکنی علماء اور حفاّظ یو کے میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں، یہ قبولیت ہی تو ہے۔

عُلماء اور حفاّظ سے گزارش:

لھٰذا، اے علماء اور حفاّظ کرام! آپکو میں مبارکباد دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے لاکھوں میں تم کو علم دین کیلیئے چنا اور ساتھ ہی یو کے میں دینی خدمات کیلیئے چنا، لھٰذا اپنی بھرپور سعی و کوشش اور بلند حوصلہ و ہمت سے اور نہایت جانفشانی سے خدمات انجام دیجئے، مگر جیسا کہ میں نے عرض کیا آپکو وسیع تر علمی سرمائے کی ضرورت ہوگی، اسکے لیے آپ کو وسیع تر مطالعہ کی ضرورت ہوگی، ساتھ ہی انگریزی زبان بھی سیکھنا ہوگی اسلیئے کہ یہاں اردو بولنے اور سمجھنے والے تعداد میں گھٹتے جا رہے ہیں، آپ کا زیادہ تعلق نوجوان نسل سے ہوگا جو آپکی اردو نہیں سمجھ سکتے، نیز آپکو انٹرنیٹ سے کافی مدد مل سکتی ہے، انٹرنیٹ اب ایک مکمل لائبریری کا کام دیتا ہے۔

سالانہ میٹنگ ضروری ہے:

نیز آج جیسے جمع ہوئے ہیں سال میں ایک بار اسی طرح جمع ہو کر تبادلۂ خیال کریں اور

ایک دوسرے کی کارکردگی اور تجربہ سے استفادہ کیجئے، لیکن مختلف شہروں میں رہنے والے ہر ماہ ایک بار اکھٹے ہوکر مشورہ کریں۔اور دوسرے شہر والوں سے رابطہ رکھیں۔

ایک کام اور کرلیں، یو کے میں کام کیا کرنے ہیں؟ اوران کو عملی جامہ کیسے پہنانا ہے؟ اسکے لئے گائڈ لائن (رہبری اصول) کر کے نوٹس لکھیں اور نوٹس کو کینوس پر پھیلا کر مضامین لکھ کر ایک دوسرے سے تبادلہ کریں، میں نے مضامین لکھنے کا سلسلہ شروع کیا ہے،آپ حضرات انکا مطالعہ کریں تو آ پکوان سے مدد مل سکے گی۔

اللہ تعالٰی آپ سب کو علمِ لدنی سے مالا مال کرے،آپ سے دین کی بھر پور خدمت لے۔والسلام

اقتباسات نظیری

انسان کے اندرونی دشمن

انسان کے دو دشمن ہیں جو دکھائی نہیں دیتے مگر وہ انڈر گراونڈ انسانی زندگی کو کھوکھلا کرنے کے درپے رہتے ہیں ایک شیطان ہے اور دوسرا اسکا نفس ہے۔شیطان نے قسم کھائی تھی کہ وہ انسان کو دائیں، بائیں، نیچے،اوپر ہر طرف سے آکر اسے گمرہ کریگا۔اللہ نے اسے جواب میں فرمایا: تیرے بس میں جتنا ممکن ہو کر لے مگر سُن لے،میرے مخلص بندے ترے پھندے میں پھنسنے والے نہیں۔پھر بھی شیطان علماء اور زاہدوں،اولیاء وغیرہ کو پھانسنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ بقولِ شاعر

بھروسہ کچھ نہیں اس نفسِ امّارہ کا اے زاہد
فرشتہ بھی یہ ہو جاوے تو اس سے بدگماں رہنا

اولیاتِ عبدالمنعم

سب سے پہلے اپنی دینی خدمت کا آغاز بمبئی بنگالی پورہ مسجد سے کیا۔

سب سے پہلے سہ ماہی پرچہ بنام ''سفر'' آپ نے جاری کیا۔

سب سے پہلے جامعہ حسینیہ کے صدر مدرس و ناظمِ تعلیمات کا شرف آپ کو ہے۔

سب سے پہلے جامعہ حسینیہ سے عالمیت کی جماعت آپ کی نظامت میں فارغ ہوئی۔

سب سے پہلے جامعہ حسینیہ میں انجمن اصلاح الکلام کی بنیاد آپ نے رکھی۔

سب سے پہلے جامعہ حسینیہ کے استاذِ فقہ کا شرف آپ کو ہے۔

سب سے پہلے جامعہ حسینیہ میں خیّاطی کی بنیاد آپ نے رکھی۔

سب سے پہلے خطہ کوکن میں خطباتِ جمعہ پر کتاب آپ کی ہے۔

سب سے پہلے خطہ کوکن میں مستند فقہ شافعی پر کتاب بنام تعلیم الدین آپ نے لکھی ہے۔

سب سے پہلے خطہ کوکن میں تراویح کی بیس رکعات پر کتاب آپ نے لکھی ہے۔

سب سے پہلے خطہ کوکن میں شرعی پنچایت حلقہ شریوردھن کے صدر ہونے کا شرف آپ کو ہے۔

سب سے پہلے میندری کے عالم صدر ہونے کا شرف آپ کو ہے۔

سب سے پہلے ہیندن اسلامک سینٹر کی مسجد میں درجہ حفظ کی ابتدا کا شرف آپ کو ہے۔

سب سے پہلے یو کے کا سفر بتوسط حافظ عبدالستار آپ نے فرمایا۔

سب سے پہلے حج کا سفر بری راستہ سے اخلاق انڈرے صاحب کے ساتھ کیا۔



مطبوعات مکتبۃ النظیر یوکے





ADDRESS

MOULANA DAWOOD HUSAIN HARNEKAR

MAKTABA-TUN-NAZEER U.K.

00447969264276